ماہنامہ

# التبلیغ

راولپنڈی

فروری 2022ء - جمادی الاخریٰ 1443ھ (جلد 19 شمارہ 06)

ماہنامہ

# التبلیغ

راولپنڈی

جلد 19 شمارہ 06

فروری 2022ء - جمادی الاخریٰ 1443ھ

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت

مفتی محمد یونس — مفتی محمد ناصر — مولانا طارق محمود

فی شمارہ.........35روپے
سالانہ.........400روپے

پبلشرز
محمد رضوان
سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط وکتابت کا پتہ

ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959

راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر
محمد شرجیل جاوید چوہدری
ایڈووکیٹ ہائی کورٹ
0323-5555686


مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 400 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ''التبلیغ'' حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہوجانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا


برائے رابطہ ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17

عقب پٹرول پمپ وچمڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5702840

www.idaraghufran.org

Email: idaraghufran@yahoo.com

www.facebook.com/Idara Ghufran

# ترتیب وتحریر

صفحہ


**آئینۂ احوال**............دینی وعصری علوم وفنون............مفتی محمد رضوان 3

**درسِ قرآن** (سورہ آلِ عمران: قسط23)..................غیرِ اسلام کو تلاش کرنے اور

''کفر وارتداد'' کا وبال.......................................// // 6

**درسِ حدیث** .... برزخ وقبر کی حیات،اور جسم وروح کا تعلق (قسط4).... // // 17

**مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ**

افادات وملفوظات.......................................// // 26

انسانی مجبوریوں کا بیوپار.......................................مولانا شعیب احمد 35

ماہِ ذوالقعدۃ: دسویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات.........مولانا طارق محمود 38

**علم کے مینار**: .......... امت کے علماء وفقہاء (قسط12).......مفتی غلام بلال 40

**تذکرۂ اولیاء**: ........................عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں آمد ورفت

اور رہائشی آزادی.......................................مولانا محمد ریحان 44

**پیارے بچو!**.....................بوڑھے دادا جی.....................// // 47

**بزمِ خواتین** ....وراثت میں خواتین کے حقوق واختیارات (تیسرا حصہ).......مفتی طلحہ مدثر 49

**آپ کے دینی مسائل کا حل**...''عمل بالحدیث'' کا حکم (قسط12)...ادارہ 56

**کیا آپ جانتے ہیں؟**.......... صفاتِ باری تعالیٰ کے متعلق

جمہور اہلُ السنۃ کا موقف (چوتھی وآخری قسط).......................مفتی محمد رضوان 75

**عبرت کدہ** ... ارضِ مقدسہ کا وعدہ اور بنی اسرائیل (آخری حصہ سوم)......مولانا طارق محمود 82

**طب وصحت**.....................پیاز.....................حکیم مفتی محمد ناصر 88

**اخبارِ ادارہ** .......... ادارہ کے شب وروز.......................// // 90

**اخبارِ عالم** ...... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں............مولانا غلام بلال 91


www.idaraghufran.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئینۂ احوال

مفتی محمد رضوان

# دینی وعصری علوم وفنون

آج کل دینی اور عصری علوم کے حوالہ سے بہت بحث چلتی ہے۔

سیاست دان، سائنس دان اور مادیت پرست لوگوں کا تو سارا زور، عصری و مادی علوم وفنون پر ہوتا ہے، وہ اسی کو اپنا اوڑھنا، بچھونا اور مقصدِ زندگی خیال کرتے ہیں، اور اس کے لیے دن ورات کوشاں وسرگرداں رہتے ہیں، اس کی خاطر تن من دھن کی قربانی سے دریغ نہیں کرتے، ان کی طرف سے میڈیا پر ہمہ وقت کامیابی کے حصول کے لیے عصری و مادی علوم کی ضرورت وافادیت پر زور دیا جاتا ہے، اور اس کی خلاف ورزی پر ناکامی کا رونا رویا جاتا ہے، اور کہا جاتا ہے کہ جن اقوام نے بھی دنیا میں ترقی کی ہے، وہ اسی عصری و مادی علم وفن کے زینہ کے ذریعہ سے چڑھ کر کی ہے۔

دوسری طرف دینی و مذہبی سلسلوں اور اداروں سے تعلق رکھنے والے بہت سے لوگوں کا غیر معمولی زور دینی و مذہبی تعلیم کی طرف ہوتا ہے، اور وہ دینی و مذہبی تعلیم کے مقابلہ میں عصری و مادی علوم وفنون کو قابلِ ذکر اہمیت دینے کے لیے آمادہ نہیں ہوتے، بلکہ بعض تو اس کی شدید مخالفت کرتے ہیں، جس کے لیے وہ مختلف قسم کے دینی و مذہبی دلائل پیش کرتے ہیں۔

اور اس طرح دونوں قسم کے طبقات میں کش مکش کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

لیکن اس کش مکش کے دوران راہِ اعتدال کو اختیار کرنے اور افراط وتفریط سے اپنے آپ کو بچانے والوں کی بڑی کمی دکھائی دیتی ہے، جو دینی تعلیم کو اپنے درجہ پر اور عصری تعلیم کو اپنے درجہ پر رکھیں۔

عصری و مادی تعلیم وتعلم کے پجاریوں کو تو قبر وآخرت اور جنت وجہنم کی خاطر خواہ فکر ہی لاحق نہیں ہوتی، ایک مسلمان شخص زندگی کا قیمتی حصہ اور سرمایہ لگا کر عصری و مادی علوم وفنون میں اعلیٰ درجہ کی ڈگری حاصل کرلیتا ہے، اور دنیا کے اونچے عہدے اور منصب پر فائز ہوجاتا ہے، لیکن اسے دین کے بنیادی اور اہم عقائد ونظریات تک کو درست کرنے کی فکر لاحق نہیں ہوتی، بلکہ بعض اوقات تو یہ

عصری و مادی علوم وفنون، اس کو دین و مذہب سے دور کر کے نرا مادہ و دنیا پرست بنا دیتے ہیں، جس کو احادیث میں ’’عبدالدینار اور عبدالدرھم‘‘ یعنی ’’دینار اور درہم، اور مال و دولت کا بندہ‘‘ کہا گیا ہے، اور اس کے نتیجہ میں بعض اوقات اسلام کی طرف سے کئی قسم کے شکوک وشبہات پیدا ہو جاتے ہیں، چہ جائیکہ اس کو دین کے بنیادی ارکان واحکام کا علم حاصل ہو۔

ایسی صورتِ حال میں مذکورہ حضرات کی طرف سے ہمہ وقت عصری و دنیاوی اور مادی علوم وفنون کا رٹہ لگانا، اور اس سے محرومی پر رونا رونا، اور دینی علوم سے غفلت اختیار کرنا، ہرگز زیب نہیں دیتا۔

جہاں تک بعض دینی و مذہبی لوگوں کا صرف اور صرف دینی و مذہبی تعلیم پر زور دینے اور عصری و دنیاوی علوم سے غفلت و کنارہ کشی اختیار کرنے، بلکہ اس کی مخالفت کرنے کا تعلق ہے، تو یہ بھی ہماری نظر میں بے اعتدالی سے خالی نہیں، اور اس میں مذہبی طبقات کا باہم تنازعہ قابلِ تعجب وافسوس ہے۔

اولاً تو بہت سے عصری و دنیاوی علوم کو دین و مذہب سے خارج سمجھنا ہی درست نہیں، کیونکہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اپنی عبدیت وعبادت کے لیے بھیجا ہے، یہ عبادت کا فریضہ اس نے دنیا میں رہ کر، اور دنیا میں زندگی گزار کر ہی انجام دینا ہے، اس لیے اسے دنیا کی چیزوں کی سمجھ بوجھ حاصل ہونا ضروری ہے، اور یہ سمجھ بوجھ اس وقت تک حاصل ہونا مشکل ہے، جب تک دنیا میں پائی جانے والی چیزوں کی حقیقت سے واقفیت نہ ہو، اور واقفیت حاصل کرنے کے لیے دنیاوی علوم وفنون کی ضرورت بدیہی چیز ہے، اسی لیے ہر زمانہ میں دینی و مذہبی نصاب اُس زمانے کے تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر ترتیب دیا جاتا رہا ہے، جس زمانے میں جس قسم کے دنیا میں علوم وفنون رائج رہے، اس زمانہ میں ان علوم وفنون کی دینی علوم ودلائل کی روشنی میں تائید، یا تردید کے طور پر تعلیم وتعلم جاری رہی، خواہ وہ عقائد وافکار کا شعبہ ہو، یا عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاقیات کا شعبہ ہو۔

ظاہر ہے کہ اگر دنیا میں رائج کسی علم وفن سے عقائد وافکار میں بگاڑ وفساد پیدا ہو رہا ہو، تو اس کی دلائلِ شرعیہ کے ساتھ تردید ضروری ہے، اور اگر اسلامی عقائد ونظریات کی تائید ہو رہی ہو، تو اس کی دلائلِ شرعیہ سے تائید کی ضرورت ہے، اور خواہ تردید کا پہلو ہو، یا تائید کا، اس کے لیے اس علم وفن کی

واقفیت ضروری ہوگی۔

اسی طرح دنیا میں پائے جانے والے معاشرتی، اخلاقی اور معاملاتی شعبوں کا بھی حال ہے۔

جو عصری و دنیاوی علوم وفنون، دین و مذہب سے تعلق نہیں رکھتے، ان کا اس حیثیت سے علم ضروری ہے کہ ان کی عدمِ افادیت اور ضرر ونقصان سے آگاہ کیا جائے، اس کے لیے بھی اس عصری علم وفن کا بقدرِ ضرورت علم ضروری ہے، کیونکہ اس کے بغیر اس کے لایعنی، یا مضر ہونے پر کلام مشکل ہے۔

مثلاً آج کل دنیا میں بے شمار سود اور جوے اور ناجائز وحرام پر مشتمل معاملات کا شیوع ہے، اور اس کے مقابلے میں جائز وحلال طریقے بھی موجود ہیں، تو ان سب کا حالاتِ حاضرہ کے اعتبار سے جائزہ لے کر ان کا شرعی حکم معلوم کرنا، اور حرام سے بچنے کے لیے متبادل حلال وجائز طریقوں کی نشاندہی کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

کہیں لاعلمی میں ایسا نہ ہو کہ حلال طریقوں کو حرام اور حرام طریقوں کو حلال قرار دینا لازم نہ آجائے، جیسا کہ بعض بڑے بڑے جبالِ علم واصحابِ علم حضرات کی طرف سے لازم آتا ہے، جو دنیا میں رائج ان طریقوں کے حقائق کے مطابق علم نہ ہونے کی بناء پر ایسے احکام صادر کردیتے ہیں، جو امرِ واقعہ سے مطابقت نہیں رکھتے۔

اسی طرح ہم نے دیکھا کہ موجودہ زمانے میں جس طرح کا معاشرتی واخلاقی بگاڑ پیدا ہوچکا ہے، وہ اس نوعیت کا ہے کہ اس کے فساد وبگاڑ کو سمجھنا تو دور کی بات ہے، اس میں خود دینی ومذہبی مقتداء ورہبرانِ دین بھی بکثرت مبتلا ہوچکے ہیں، ایسی صورت میں سالہا سال تک مروجہ ورسمی طریقہ پر دینی ومذہبی علم حاصل کرنے والوں کی طرف سے اصلاحِ احوال کی کیا توقع کی جاسکتی ہے۔

اس لیے ہم سمجھتے ہیں کہ دینی علوم کو مقدم سمجھتے ہوئے، بقدرِ ضرورت عصری ودنیاوی علوم وفنون سے آگاہی کی بھی ضرورت ہے، اور یہ کوئی دینی ومذہبی علوم کے خلاف نہیں۔

ایسی صورتِ حال میں دینی ومذہبی طبقات کو ایک دوسرے کے برخلاف اپنی صلاحیتوں کو خرچ کرنے اور ایک دوسرے کے خلاف الزامات قائم کرنے کے بجائے، حقیقتِ حال کا سنجیدگی سے جائزہ لینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

**درسِ قرآن**(سورہ آلِ عمران: قسط23، آیت نمبر85 تا91) مفتی محمد رضوان

# غیرِ اسلام کو تلاش کرنے اور ’’کفر و ارتداد‘‘ کا وبال

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ
(85) كَيْفَ يَهْدِى اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ وَشَهِدُوْا أَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ
وَجَائَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (86) أُولٰئِكَ جَزَاؤُهُمْ
أَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ (87) خَالِدِيْنَ فِيْهَا لَا
يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ (88) إِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ
ذٰلِكَ وَأَصْلَحُوْا فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَحِيْمٌ (89) اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ
ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ وَاُولٰئِكَ هُمُ الضَّالُّوْنَ (90) اِنَّ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ
افْتَدٰى بِهٖ اُولٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ (91)

(سورة آلِ عمران، رقم الآيات85 الى 91)

ترجمہ: اور جو تلاش کرے گا، اسلام کے علاوہ کو دین کی حیثیت سے، تو ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اُس کی طرف سے، اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا (85) کیسے ہدایت دے گا، اللہ اس قوم کو، جنہوں نے کفر کیا، اپنے ایمان کے بعد، اور گواہی دی انہوں نے کہ بے شک رسول حق ہے، اور آ گئیں ان کے پاس واضح نشانیاں، اور اللہ نہیں ہدایت دیتا ظالموں کی قوم کو (86) یہ لوگ ہیں کہ ان کی جزا یہ ہے، بے شک ان پر لعنت ہے اللہ کی، اور فرشتوں کی، اور لوگوں کی، سب کے سب کی (87) ہمیشہ رہیں گے یہ لوگ اس میں، نہیں ہلکا کیا جائے گا، ان سے عذاب کو، اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی (88) مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کر لی اس کے بعد، اور اصلاح کر لی، تو بے شک اللہ غفور الرحیم ہے (89) بے شک وہ لوگ، جنہوں نے کفر کیا،

اپنے ایمان کے بعد، پھر زیادہ ہوگئے وہ کفر میں، تو ہرگز نہیں قبول کی جائے گی ان کی توبہ، اور وہی لوگ گمراہ ہیں (90) بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، اور مر گئے وہ اس حال میں کہ وہ کافر تھے، تو ہرگز نہیں قبول کیا جائے گا، ان میں سے کسی ایک سے زمین بھر سونا، اگرچہ بطور فدیہ دے وہ اس کا، یہی لوگ ہیں کہ ان کے لیے عذابِ الیم ہے ،اور نہیں ہوگا ان کے لیے کوئی نصرت کرنے والا (91)(سورہ آلِ عمران)

## تفسیر وتشریح

سورہ آلِ عمران کی مذکورہ آیات میں سے پہلی آیت میں اس بات کا بیان ہوا ہے کہ ''اسلام'' کے علاوہ کسی اور دین کی تلاش وطلب کرنے والے سے آخرت میں اس کو قبول نہیں کیا جائے گا، اور وہ آخرت میں خسارہ ونقصان اٹھانے والے لوگوں میں شامل ہوگا۔

چنانچہ ارشاد ہے کہ:

''وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ''

یعنی ''اور جو تلاش کرے گا، اسلام کے علاوہ کو دین کی حیثیت سے، تو ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اُس کی طرف سے، اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا'' ح

اس سے معلوم ہوا کہ اسلام کے علاوہ کسی بھی دوسرے دین کو اللہ کی طرف سے قبول نہیں کیا جائے گا، اور اسلام کو چھوڑ کر کسی دین کو اختیار کرنے والا آخرت میں کفر کی وجہ سے خسارا پانے والوں میں شمار ہوگا۔

اور ''وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا'' میں اس طرف اشارہ ہے کہ جو کوئی بھی اسلام کے علاوہ کسی دوسرے مذہب کو دین تصور کرے گا، جس میں اس دین پر عمل کرنا بھی داخل ہے، وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔

سورہ آلِ عمران میں یہ آیت پہلے گزر چکی ہے کہ:

إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ (سورة آل عمران، رقم الآية ١٩)

ترجمہ: بے شک دین، اللہ کے نزدیک ''اسلام'' ہے(سورہ آلِ عمران)

مذکورہ آیت کے ضمن میں یہ بھی گزر چکا ہے کہ ہر نبی کے زمانہ میں ان کا لایا ہوا دین ہی ''دینِ اسلام''اورعنداللہ مقبول تھا، جو بعد میں یکے بعد دیگرے منسوخ ہوتا چلا آیا، آخر میں خاتم الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین ''دینِ اسلام'' کہلایا، جو قیامت تک باقی رہے گا۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد، صرف وہی اسلام مقبول ہے، جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق ہو، پچھلے ادیان کو بھی اگرچہ ان کے اوقات میں اسلام کہا جاتا تھا، مگر اب وہ منسوخ ہو چکے ہیں۔

جس کی وجہ یہ ہے کہ ہر نبی کے زمانہ میں اللہ کے نزدیک مقبول دین وہ اسلام ہے، جو اس نبی کی وحی اور تعلیمات کے مطابق ہو، اس کے سوا دوسرا کوئی دین مقبول نہیں، خواہ وہ پچھلی منسوخ شدہ شریعت ہی ہو، اگلے زمانہ کے لئے وہ اسلام کہلانے کی مستحق نہیں۔

اورسورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَـكُمۡ دِيۡنَكُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِىۡ وَرَضِيۡتُ لَـكُمُ الۡاِسۡلَامَ(سورة المائدة، رقم الآية : ٣)

ترجمہ: آج کے دن مکمل کر دیا میں نے تمہارے لیے، تمہارے دین کو، اور تمام کر دیا میں نے تمہارے اوپر اپنی نعمت کو، اور راضی ہو گیا میں تمہارے لیے اسلام سے(سورہ مائدہ)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ، اپنے بندوں سے صرف دینِ اسلام ہی سے راضی ہے، اور اسی اسلام کے ذریعے سے اللہ نے اپنی نعمت کو اپنے بندوں پر تمام کیا ہے، لہٰذا اسلام کے علاوہ دوسرے دین کو اختیار کرنے پر اللہ راضی نہیں ہوگا، اسی کا ذکر گزشتہ آیت میں گزرا کہ اللہ اسلام کے علاوہ کسی دین کو ہرگز قبول نہیں فرمائے گا۔

احادیث میں بھی اسلام کی حقیقت بیان کرتے ہوئے، اللہ کی عبادت کرنے، شرک سے بچنے، اور اہم ارکانِ اسلام کی ادائیگی کو ذکر کیا گیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَـانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَارِزًا يَوْمًا لِلنَّاسِ، فَأَتَاهُ جِبْرِيْلُ فَقَالَ: مَا الْـإِيْـمَانُ؟ قَالَ: اَلْإِيمَانُ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهِ، وَكُتُبِهِ، وَبِلِقَائِهِ، وَرُسُلِهِ وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ، قَالَ: مَا الْإِسْلَامُ؟ قَالَ: اَلْإِسْلَامُ: أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ، وَلَا تُشْرِكَ بِـهٖ شَيْـئًـا، وَتُـقِيـمَ الـصَّلَاةَ، وَتُـؤَدِّيَ الـزَّكَـاةَ الْمَفْـرُوْضَةَ، وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ(صحيح البخاری، رقم الحديث ٥٠)

ترجمہ: ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے، تو حضرت جبریل تشریف لائے، اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ایمان کیا چیز ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ آپ اللہ پر، اور اس کے فرشتوں پر، اور اس کی کتابوں پر، اور (آخرت میں) اللہ کے ملنے پر، اور اللہ کے رسولوں پر ایمان لائیں، اور قیامت کے دن دوبارہ اٹھنے پر ایمان لائیں، پھر حضرت جبریل نے پوچھا کہ اسلام کیا چیز ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ آپ اللہ کی عبادت کریں، اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں، اور نماز پڑھیں، اور فرض زکاۃ اداء کریں، اور رمضان کے روزے رکھیں (بخاری)

مسلمانوں کے علاوہ یہود و نصاریٰ اور دنیا بھر کے مشرکین، نہ تو ''توحید'' کے اصولوں پر پورا اترتے، اور نہ رسالت پر ایمان لانے کے اصول پر پورا اترتے، اس لیے وہ آخرت کی نجات کے مستحق نہیں۔

خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد ہر ایک جماعت، اور ہر ایک فرد کو خاتم النبیی کی رسالت پر ایمان لانا ضروری ہے۔

لہٰذا آج کل جو بعض بدفہم، یا کم فہم لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اللہ پر کسی بھی حیثیت سے ایمان لانے والا بھی آخرت میں جہنم کے دائمی عذاب سے نجات پائے گا، خواہ خاتم النبیین کی رسالت پر ایمان نہ لائے، اور دینِ اسلام کو قبول نہ کرے، ان کا دعویٰ درست نہیں۔

اس کے بعد سورہ آلِ عمران کی آیات میں ایمان کے بعد کفر اختیار کرنے والوں کے عذاب کا ذکر کرنے کے بعد توبہ کرنے والوں کی توبہ کے قبول ہونے کا ذکر کیا گیا ہے، جس میں مرتد بھی داخل ہے۔

چنانچہ ارشاد ہے کہ:

’’کَیْفَ یَھْدِی اللّٰہُ قَوْمًا کَفَرُوْا بَعْدَ اِیْمَانِھِمْ وَشَھِدُوْا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَجَائَھُمُ الْبَیِّنٰتُ وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ.اُولٰٓئِکَ جَزَاؤُھُمْ اَنَّ عَلَیْھِمْ لَعْنَۃَ اللّٰہِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ.خٰلِدِیْنَ فِیْھَا لَا یُخَفَّفُ عَنْھُمُ الْعَذَابُ وَلَا ھُمْ یُنْظَرُوْنَ.اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِکَ وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ.اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بَعْدَ اِیْمَانِھِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا کُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُھُمْ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الضَّآلُّوْنَ.اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَھُمْ کُفَّارٌ فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِھِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَھَبًا وَّلَوِ افْتَدٰی بِہٖ اُولٰٓئِکَ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ وَّمَا لَھُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ‘‘

یعنی’’ کیسے ہدایت دے گا،اللہ اس قوم کو،جنہوں نے کفر کیا،اپنے ایمان کے بعد(یعنی وہ مرتد ہوئے،اوراسلام سے پھر گئے)اور گواہی دی انہوں نے کہ بے شک رسول حق ہے،اور آ گئیں ان کے پاس واضح نشانیاں(یعنی رسول کو برحق سمجھنے اور اسلام اور رسالت کی حقانیت کے دلائل واضح ہوگئے)اور اللہ نہیں ہدایت دیتا ظالموں کی قوم کو(کہ جب وہ خود ہی ایسا ظلم کریں،اور حق واضح ہونے کے باوجود،اس کو قبول نہ کریں،تو ان ظالموں کو اللہ کیسے ہدایت دے گا)یہ لوگ ہیں کہ ان کی جزا یہ ہے،بے شک ان پر لعنت ہے اللہ کی،اور فرشتوں کی،اور لوگوں کی،سب کے سب کی۔ہمیشہ رہیں گے یہ لوگ اس(لعنت)میں،نہیں ہلکا کیا جائے گا،ان سے عذاب کو،اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی(کیونکہ کفر کا وبال دائمی ہے،جو ہمیشہ جاری رہے گا)مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کرلی اس کے بعد،اور اصلاح کرلی،تو بے شک اللہ غفور الرحیم ہے(توبہ کے بعد اللہ،کافر اور مرتد کی توبہ بھی قبول فرمالیتا ہے)بے شک وہ لوگ،جنہوں نے کفر کیا،اپنے ایمان کے بعد،پھر زیادہ ہوگئے وہ کفر میں،تو ہرگز نہیں قبول کی جائے گی ان کی توبہ،اور وہی لوگ گمراہ ہیں۔بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا،اور مرگئے وہ اس حال میں کہ وہ کافر تھے،تو ہرگز نہیں قبول کیا جائے گا،ان میں سے کسی

ایک سے زمین بھر سونا، اگرچہ بطور فدیہ دے وہ اس کا، یہی لوگ ہیں کہ ان کے لیے عذابِ الیم ہے، اور نہیں ہوگا ان کے لیے کوئی نصرت کرنے والا (یعنی جو لوگ اسلام سے پھر گئے، اور کفر پر ہی قائم رہے، اور اسلام لانے سے پہلے جو کفر تھا، مرتد ہونے کے بعد اس کفر میں زیادتی اور اضافہ کر بیٹھے، اور توبہ بھی نہ کی، اور اسی حال میں مرگئے، تو یہ لوگ پکے گمراہ ہیں، ان کی تلافی وتوبہ کی کوئی صورت نہیں)''۔

معلوم ہوا کہ کفر کی حالت میں مرنے والوں کی طرف سے کفر کی وجہ سے ہونے والے عذاب کے بدلہ میں کوئی عوض معاوضہ قبول نہیں کیا جائے گا، اور ان کے لیے عذابِ الیم، یعنی دردناک عذاب ہوگا، جس سے نجات وچھٹکارے کے لیے کوئی مددگار بھی نہ ہوگا۔

سورہ بقرہ میں بھی اس طرح کا مضمون مندرجہ ذیل الفاظ میں گزر چکا ہے کہ:

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ. خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ (سورة البقرة، رقم الآيات ١٦١، ١٦٢)

ترجمہ: بے شک وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور مرگئے اس حال میں کہ وہ کافر تھے، یہ لوگ ہیں کہ جن پر اللہ کی اور فرشتوں اور لوگوں کی، سب کی لعنت ہے۔ جس میں ان کو ہمیشہ رہنا ہوگا، نہ ان سے ان کے عذاب میں کوئی تخفیف ہوگی، اور نہ ہی ان کو (وہاں) کوئی مہلت دی جائے گی (سورہ بقرہ)

جو لوگ توبہ نہ کریں، اور کفر کی حالت میں ہی فوت ہوجائیں، وہ اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی اور انسانوں کی لعنت کے مستحق ہوتے ہیں، اور وہ اس لعنت کے ہمیشہ مستحق رہتے ہیں، اس کے نتیجہ میں جو عذاب ہوگا، اس میں کبھی تخفیف اور کمی نہیں کی جائے گی، اور نہ کسی خاص وقت تک ان کو مہلت دی جائے گی۔

مذکورہ آیات میں ''لعنت'' کا مستحق، کافر کو قرار دیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ کسی متعین مسلمان پر لعنت کرنا جائز نہیں، خواہ وہ شرابی کبابی اور فاسق وگناہ گار کیوں نہ ہو۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

**كُنَّا إِذَا رَأَيْنَا الرَّجُلَ يَلْعَنُ أَخَاهُ، رَأَيْنَا أَنَّهُ قَدْ أَتٰى بَابًا مِّنَ الْكَبَائِرِ** (المعجم الاوسط للطبرانی،رقم الحديث ٦٦٧٤ ) [1]

ترجمہ: ہم جب کسی آدمی کو دیکھتے تھے کہ وہ اپنے (مسلمان) بھائی پر لعنت کررہا ہے،تو ہم یہ سمجھتے تھے کہ وہ کبیرہ گناہوں کے دروازہ پرپہنچ گیا ہے(طبرانی)

اس سے معلوم ہوا کہ کسی متعین مسلمان پر لعنت کرنا کبیرہ گناہ ہے۔

حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

**أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَعْنُ الْمُؤْمِنِ كَقَتْلِهٖ** (مسند احمد،رقم الحديث ١٦٣٨٥ ،صحيح البخاری، رقم الحديث ٦١٠٥)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن پر لعنت کرنا اس کو قتل کرنے کی طرح ہے (مسند احمد، بخاری)

مطلب یہ ہے کہ جس طرح مومن کو قتل کرنا حرام ہے،اسی طرح اس پر لعنت کرنا بھی حرام ہے، یا جس طرح کا عذاب مومن کو قتل کرنے پر ہے،اسی طرح کا عذاب مومن پر لعنت کرنے پر بھی ہے۔

''لعنت'' کا حکم اوراس کی مزید تفصیل سورہ بقرہ کی مندرجہ بالا آیت کے ذیل میں گزرچکی ہے۔

البتہ اگر کوئی مرتد ہونے کے بعد دوبارہ توبہ کرلے،اوراسلام قبول کرلے،تو اس کی توبہ قبول کرلی جائے گی،جیسا کہ مذکورہ آیت کے شانِ نزول سے معلوم ہوتا ہے۔

چنانچہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

**كَانَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ أَسْلَمَ ثُمَّ ارْتَدَّ وَلَحِقَ بِالشِّرْكِ، ثُمَّ تَنَدَّمَ فَأَرْسَلَ إِلٰى قَوْمِهٖ، سَلُوْا لِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:هَلْ لِّيْ مِنْ تَوْبَةٍ؟ فَجَاءَ قَوْمُهُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا:إِنَّ فُلَانًا قَدْ نَدِمَ وَإِنَّهُ أَمَرَنَا أَنْ نَّسْأَلَكَ،هَلْ لَّهُ مِنْ تَوْبَةٍ؟ فَنَزَلَتْ (كَيْفَ يَهْدِى اللّٰهُ قَوْمًا**

---

[1] قال المنذری: رواه الطبرانی بإسناد جيد (الترغيب والترهيب، تحت رقم الحديث ٤٢١٨، الترهيب من السباب واللعن لا سيما لمعين آدميا )

www.idaraghufran.org

كَـفَـرُوْا بَـعْـدَ إِيْـمَـانِهِمْ)إِلٰى قَوْلِهٖ (غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ)فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ فَأَسْلَمَ (سنن النسائی،رقم الحديث ٤٠٦٨، كتاب تحريم الدم، باب توبة المرتد)

ترجمہ: انصار میں سے ایک آدمی مسلمان ہوگیا، پھر وہ مرتد ہوگیا، اور کفار کے ساتھ شامل ہوگیا، پھر وہ شرمندہ ہوا، تو اس نے اپنی قوم کو کہلا کر بھیجا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کرلو کہ کیا میری توبہ قبول ہے؟ چنانچہ اس کی قوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ فلاں آدمی اب نادم وشرمندہ ہے اور اس نے ہم سے کہا ہے کہ ہم لوگ آپ سے اس سلسلہ میں معلوم کرلیں کہ کیا اس کی توبہ قبول ہوگی؟ اس پر (سورہ آلِ عمران کی) یہ آیات نازل ہوئیں ''كَيْفَ يَهْـدِى اللّٰهُ قَوْمًا كَـفَـرُوْا بَـعْدَ إِيمَانِهِمْ وَشَهِدُوْا أَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَجَائَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَاللّٰهُ لَا يَهْـدِى الْـقَوْمَ الظَّالِمِيْنَ. أُولٰئِكَ جَزَاؤُهُمْ أَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّـاسِ أَجْـمَـعِيْـنَ. خَـالِـدِيْـنَ فِيْهَـا لَا يُـخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُـنْظَرُوْنَ. إِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَأَصْلَحُوْا فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَحِيْمٌ'' (یعنی'' کیسے ہدایت دے گا، اللہ اس قوم کو، جنہوں نے کفر کیا، اپنے ایمان کے بعد، اور گواہی دی انہوں نے کہ بے شک رسول حق ہے، اور آ گئیں ان کے پاس واضح نشانیاں، اور اللہ نہیں ہدایت دیتا ظالموں کی قوم کو، یہ لوگ ہیں کہ ان کی جزا یہ ہے، بے شک ان پر لعنت ہے اللہ کی، اور فرشتوں کی، اور لوگوں کی، سب کے سب کی۔ ہمیشہ رہیں گے یہ لوگ اس میں، نہیں ہلکا کیا جائے گا، ان سے عذاب کو، اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی، مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کرلی اس کے بعد، اور اصلاح کرلی، تو بے شک اللہ غفور الرحیم ہے'') پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو (توبہ قبول ہونے کا) کہلوادیا اور وہ مسلمان ہوگیا (نسائی)

احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی نعوذ باللہ! اسلام سے پھر جائے، یعنی مرتد ہوجائے، اور اس کا ارتداد، شرعی اصولوں کے مطابق ثابت ہوجائے، اور وہ مہلت دیئے جانے کے باوجود

رجوع نہ کرے، تو اس کی اسلامی قانون میں سزا ”قتل“ ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِءٍ مُسْلِمٍ، يَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ، إِلَّا بِإِحْدٰى ثَلَاثٍ: اَلنَّفْسُ بِالنَّفْسِ، وَالثَّيِّبُ الزَّانِىْ، وَالْمَارِقُ مِنَ الدِّيْنِ اَلتَّارِكُ لِلْجَمَاعَةِ (صحيح البخارى، رقم الحديث ٦٨٧٨، كتاب الديات)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی مسلمان جو اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں، اس کا خون حلال نہیں، مگر ان تین صورتوں میں سے کسی ایک صورت میں (حلال ہے) ایک تو جان کے بدلے جان (یعنی کسی کو جان بوجھ کر قتل کیا ہو، تو اس کے بدلہ میں اسے قتل کیا جائے) اور دوسرے شادی شدہ زانی (کو رجم کیا جائے گا) اور تیسرے دین سے نکلنے والا (مسلمانوں کی) جماعت کو چھوڑنے والا (یعنی مرتد) (بخاری، مسلم)

اس طرح کی حدیث اور بھی کئی سندوں سے مروی ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِءٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِإِحْدٰى ثَلَاثٍ: رَجُلٌ زَنٰى بَعْدَ إِحْصَانِهٖ فَعَلَيْهِ الرَّجْمُ، أَوْ قَتَلَ عَمْدًا فَعَلَيْهِ الْقَوَدُ، أَوِ ارْتَدَّ بَعْدَ إِسْلَامِهٖ فَعَلَيْهِ الْقَتْلُ (سنن النسائى، رقم الحديث ٤٠٥٧، كتاب تحريم الدم، باب الحكم فى المرتد)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مسلمان آدمی کا خون تین چیزوں میں سے کسی ایک چیز کی وجہ سے ہی حلال ہوتا ہے؛ ایک تو وہ آدمی جو شادی شدہ ہونے کے بعد زنا کرے، تو اس پر رجم ہے، دوسرے وہ جو کسی کو جان بوجھ کر قتل کرے، تو اس پر قصاص ہے، تیسرے وہ آدمی، جو اسلام لانے کے بعد مرتد

ہو جائے، تو اس پر قتل ہے(نسائی)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

**قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ بَدَّلَ دِیْنَہٗ فَاقْتُلُوْہُ** (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۳۰۱۷، کتاب الجھاد والسیر، باب :لا یعذب بعذاب اللہ)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اپنا دین بدل دے، تو تم اس کو قتل کر دو(بخاری)

اس طرح کی حدیث اور اسناد سے بھی مروی ہے۔

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ اسلام سے خارج ہونے والے کی سزا قتل ہے، جو دراصل اسلامی حکومت کے دائرۂ کار میں ہے، جس طرح قصاص اور رَجم کی سزا بھی اسلامی حکومت کے دائرۂ کار میں ہے، اور اگر وہ توبہ کر لے، تو اس کی توبہ قبول کی جاتی ہے، اور قتل کی سزا ساقط ہو جاتی ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔

جلد 1
## علمی وتحقیقی رسائل
(1)...معینُ المفتی
(2)...رَفْعُ التَّشْكِيْكِ عَنْ حِيْلَةِ التَّمْلِيْكِ
(3)...غیر حنفی کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا حکم
(4)...اَلْمَشَاكِلُ الْحَاضِرَةُ فِیْ حُرْمَةِ الْمُصَاهَرَةِ
(5)...تحقیق طلاق بالکتابة والاکراہ
(6)...مجنون، غضبان اور سکران کی طلاق
مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 2
## علمی وتحقیقی رسائل
(1)...صبح صادق وکاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق
(2)... کشفُ الغطاء عن وقتِ الفجر والعشاء
(3)...اشكاليات فلكية وفقهية حول تحديد مواقيت الصلاة.
(4)... كيفيةُ التحقق من صحة مواقيت الصلاة فی التقاويم.
مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 3
## علمی وتحقیقی رسائل
(1)...النظر والفكر فی مبدء السفر والقصر
(2)...بِدَايَةُ السَّفَرِ وَالْقَصْرِ فِیْ حَالَةِ الْحَضَرِ وَالْمِصْرِ
(3)...منعُ مبدءِ السفر قبل مبدءِ القصر
(4)...جڑواں شہروں (Twin cities) میں سفر وقصر کا حکم
(5)...محرم کے بغیر سفر کا حکم
مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 4
## علمی وتحقیقی رسائل
(1)...خوارج سے متعلق احادیث کی تحقیق
(2)...کفار کے مخاطب بالفروع ہونے کا حکم
(3)...غیرُ اللہ کی نذر ونیاز وذبح کا حکم
(4)...رؤیتِ باری تعالیٰ
(5)...قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کا حکم
(6)...خواب میں زیارتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم
(7)...محفلِ حُسنِ قرائت کا حکم
مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 5
## علمی وتحقیقی رسائل
(1)... پاکستان کی موجودہ رؤیتِ ہلال کمیٹی کی شرعی حیثیت
(2)...مقدس اوراق کا حکم
(3)...قرآن مجید کو بغیر وضو چھونے کا حکم
(4)... خیرُ بِقاعِ الارض کی تحقیق (یعنی شرعاً افضل ترین قطعۂ زمین کون سا ہے؟)
مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 6
## علمی وتحقیقی رسائل
(1)...مجالسِ ذکر اور اجتماعی ذکر
(2)...جمعہ کے دن دُرود پڑھنے کی تحقیق
مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 7
## علمی وتحقیقی رسائل
متبرک مقامات وآثار کے فضائل واحکام سے متعلق
13 علمی، فقہی وتحقیقی رسائل کا مجموعہ
مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 8
## علمی وتحقیقی رسائل
(1)...اجتہادی اختلاف اور باہمی تعصب
(2)...تفرّد کی حقیقت
مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 12
## علمی وتحقیقی رسائل
(1)...احادیثِ ختمِ نبوت
(2)...شَفَاعَةُ النَّبِيِّ لِأَبَوَيِ النَّبِيِّ
مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 15
## علمی وتحقیقی رسائل
(1)...حقوق النبی صلی اللہ علیہ وسلم
(2)...سابِّ رسول کی سزا، وتوبہ
مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 16
## علمی وتحقیقی رسائل
(1)...جمعہ کے لیے جلدی جانے کی فضیلت کا وقت
(2)...اذانِ جمعہ پر سعی کی تحقیق
(3)...بروزِ جمعہ، نمازِ جمعہ وظہر کے مخصوص مسئلہ کی تحقیق
(4)...جمعہ میں اذنِ عام وحاکم کی تحقیق
(5)...تعددِ جمعہ واذنِ عام کی حقیقت
مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 17
## علمی وتحقیقی رسائل
(1)...گاؤں میں جمعہ
(2)...عید کے دن مصافحہ ومعانقہ کا حکم
(3)...عید کے اہم مسائل
(4)...نمازِ عید، باجماعت اور تنہاء پڑھنے کا حکم
مصنف
مفتی محمد رضوان

### ملنے کا پتہ
**کتب خانہ: ادارہ غفران، چاہ سلطان، گلی نمبر 17 راولپنڈی**
**فون: 051-5507270**

**درسِ حدیث** مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

# برزخ وقبر کی حیات، اور جسم وروح کا تعلق (قسط4)

## علامہ ابنِ تیمیہ کا حوالہ

علامہ ابنِ تیمیہ(المتوفیٰ:728ھ) اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں کہ:

**عود الروح إلى بدن الميت فى القبر ليس مثل عودها إليه فى هذه الحياة الدنيا؛ وإن كان ذاك قد يكون أكمل من بعض الوجوه كما أن النشأة الأخرى ليست مثل هذه النشأة.وإن كانت أكمل منها بل كل موطن فى هذه الدار وفى البرزخ والقيامة :له حكم يخصه؛ ولهذا أخبر النبى صلى الله عليه وسلم أن الميت يوسع له فى قبره ويسأل ونحو ذلك وإن كان التراب قد لا يتغير فالأرواح تعاد إلى بدن الميت وتفارقه..........والنوم أخو الموت .ولهذا (كان النبى صلى الله عليه وسلم يقول إذا أوى إلى فراشه :باسمك اللهم أموت وأحيا) (وكان إذا استيقظ يقول :الحمد لله الذى أحيانا بعد ما أماتنا وإليه النشور) فقد سمى النوم موتا والاستيقاظ حياة .وقد قال تعالى :(الله يتوفى الأنفس حين موتها والتى لم تمت فى منامها فيمسك التى قضى عليها الموت ويرسل الأخرى إلى أجل مسمى) فبين أنه يتوفى الأنفس على نوعين :فيتوفاها حين الموت ويتوفى الأنفس التى لم تمت بالنوم ثم إذا ناموا فمن مات فى منامه أمسك نفسه ومن لم يمت أرسل نفسه .ولهذا (كان النبى صلى الله عليه وسلم إذا أوى إلى فراشه قال :باسمك ربى وضعت جنبى وبك أرفعه فإن أمسكت نفسى فارحمها وإن أرسلتها فاحفظها بما تحفظ به عبادك**

الصالحين) . والنائم يحصل له فى منامه لذة وألم وذلك يحصل للروح والبدن حتى إنه يحصل له فى منامه من يضربه؛ فيصبح والوجع فى بدنه ويرى فى منامه أنه أطعم شيئا طيبا فيصبح وطعمه فى فمه وهذا موجود .فإذا كان النائم يحصل لروحه وبدنه من النعيم والعذاب ما يحس به -والذى إلى جنبه لا يحس به -حتى قد يصيح النائم من شدة الألم؛ أو الفزع الذى يحصل له ويسمع اليقظان صياحه وقد يتكلم إما بقرآن وإما بذكر وإما بجواب .واليقظان يسمع ذلك وهو نائم عينه مغمضة ولو خوطب لم يسمع فكيف ينكر حال المقبور الذى أخبر الرسول صلى الله عليه وسلم أنه يسمع قرع نعالهم؟ وقال :(ما أنتم أسمع لما أقول منهم) . والقلب يشبه القبر؛ ولهذا (قال صلى الله عليه وسلم لما فاتته صلاة العصر يوم الخندق :ملأ الله أجوافهم وقبورهم نارا) وفى لفظ :(قلوبهم وقبورهم نارا) وفرق بينهما فى قوله :(بعثر ما فى القبور) (وحصل ما فى الصدور) وهذا تقريب وتقرير لإمكان ذلك .ولا يجوز أن يقال :ذلك الذى يجده الميت من النعيم والعذاب مثلمايجده النائم فى منامه؛ بل ذلك النعيم والعذاب أكمل وأبلغ وأتم .وهو نعيم حقيقى وعذاب حقيقى ولكن يذكر هذا المثل لبيان إمكان ذلك إذا قال السائل :الميت لا يتحرك فى قبره والتراب لا يتغير ونحو ذلك (مجموع الفتاوى،لابن تيمية، ج۴،ص ۲۷۶ ، كتاب مفصل الاعتقاد،سؤال منكر ونكير الميت إذا مات)

ترجمہ: قبر میں روح کا میت کے بدن کی طرف لوٹنا، ایسا نہیں ہے، جیسا کہ اس دنیوی زندگی میں روح کا بدن کی طرف لوٹتا ہے، اگرچہ قبر میں روح کا میت کے بدن کی طرف لوٹنا، بعض جہات سے زیادہ کامل ہوتا ہے، جیسا کہ آخرت میں دوبارہ زندہ ہونا، اس دنیا کے زندہ ہونے کی طرح نہیں ہے، اگرچہ آخرت میں زندہ ہونا، زیادہ کامل ہے۔ [1]

---

[1] پس بعض لوگوں کا روح کے بدن کی طرف اعادہ کیے جانے کے موقف سے، دنیا کی حیات کی طرح سے بدن وجسم میں حرکت کا نظریہ درست نہیں، ہر عالم کے تقاضے واثرات اپنے اپنے ہوتے ہیں، ایک کو دوسرے پر، بالخصوص عالمِ غیب کو عالمِ شہادت پر قیاس کرنا درست نہیں۔ محمد رضوان۔

بلکہ اس دنیا اور عالمِ برزخ اور قیامت ہر عالم کا الگ حکم ہے، جو اُس عالَم کے ساتھ ہی خاص ہے، اور اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ میت کی قبر میں کشادگی کردی جاتی ہے، اور اس طرح کی دوسری چیزوں کی بھی خبر دی ہے، اگرچہ مٹی بعض اوقات، میت میں تبدیلی پیدا نہیں کرتی (جیسا کہ انبیائے کرام کے متعلق نصوص میں یہ تصریح آئی ہے) پس روحیں میت کے بدن کی طرف لوٹائی جاتی ہیں، اور بدن سے الگ مقام پر (مثلاً علیین وسجین میں) بھی ہوتی ہیں۔......

اور نیند دراصل موت کی بہن ہے، اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، رات کو اپنے بستر پر تشریف لاتے تھے، تو یہ کہا کرتے تھے کہ ''**باسمک اللّٰھم أموت وأحیا**'' اور جب بیدار ہوا کرتے تھے، تو یہ کہا کرتے تھے کہ ''**الحمد للّٰہ الذی أحیانا بعد ما أماتنا وإلیه النشور**'' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نیند کا نام موت، اور بیداری کا نام حیات رکھا ہے، اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''**اللّٰہ یتوفی الأنفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسک التی قضی علیھا الموت ویرسل الأخری إلی أجل مسمی**'' پس اللہ نے یہ بیان فرمادیا کہ وہ جانوں کو دو قسم کی وفات دیتا ہے، ایک تو موت کے وقت وفات دیتا ہے، اور دوسرے ان جانوں کو نیند کے ذریعے وفات دیتا ہے، جو مرے نہیں، پھر جب وہ سو جاتے ہیں، تو جو شخص اپنی نیند میں مرگیا، تو اس کی جان کو روک لیتا ہے، اور جو نہیں مرا، تو اس کی جان کو چھوڑ دیتا ہے، اور اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بستر پر آنے کے وقت یہ بھی کہا کرتے تھے کہ ''**باسمک ربی وضعت جنبی وبک أرفعه فإن أمسکت نفسی فارحمھا وإن أرسلتھا فاحفظھا بما تحفظ به عبادک الصالحین**'' اور سونے والے کو اپنی نیند میں لذت اور تکلیف حاصل ہوتی ہے، جو کہ روح اور بدن دونوں کو حاصل ہوتی ہے، یہاں تک کہ وہ اپنی نیند میں اپنے آپ کی پٹائی ہوتے ہوئے دیکھتا ہے، اور وہ چیخ وپکار کرتا ہے، اور اس کے بدن میں درد ہوتا ہے، اور وہ اپنی نیند

میں یہ دیکھتا ہے کہ اس نے کوئی عمدہ چیز کھائی ہے، پھر وہ بیدار ہوتا ہے، اور اس خواب میں کھائی ہوئی چیز کا ذائقہ اپنے منہ میں محسوس کرتا ہے، جس کا وجود ہوتا ہے۔

پس جب سونے والے کی روح اور بدن کو راحت اور تکلیف حاصل ہوتی ہے، جس کو وہ محسوس کرتا ہے، لیکن جو شخص اس کے برابر اور قریب میں ہوتا ہے، وہ اس کو محسوس نہیں کرتا، یہاں تک کہ بعض اوقات سونے والا، تکلیف کی شدت، یا گھبراہٹ سے بیدار ہو جاتا ہے، جو اس کو حاصل ہوتی ہے، اور بیدار شخص اس کی چیخ و پکار اور آواز کو سنتا ہے، اور بعض اوقات سونے والا کلام کرتا ہے، یا قرآن پڑھتا ہے، یا ذکر کرتا ہے، یا کسی بات کا جواب دیتا ہے، اور بیدار شخص اس کو سنتا ہے، اور سونے والے کی آنکھیں بند ہوتی ہیں، اور اگر اس سے خطاب کیا جائے، تو وہ سن نہیں پاتا، تو پھر قبر و برزخ کی اس حالت کا کیوں انکار کیا جاتا ہے، جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ وہ لوگوں کے جوتوں کی آہٹ کو سنتا ہے، اور فرمایا کہ تم اس بات کو مجھ سے زیادہ نہیں سنتے، جو میں اِن مُردوں کو کہہ رہا ہوں۔

اور دل، قبر کے مشابہ ہے (جس طرح دل، جسم کے اندر مخفی ہوتا ہے، اسی طرح روح بھی قبر میں نظروں سے مخفی ہوتی ہے) اور اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خندق کے دن جب عصر کی نماز فوت ہوگئی، تو یہ فرمایا کہ اللہ ان کے پیٹوں اور قبروں کو آگ سے بھر دے، اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اللہ ان کے دلوں اور قبروں کو آگ سے بھر دے، اور ان دونوں کے درمیان فرق بھی بتلا دیا گیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''**بعثر مافی القبور وحصل مافی الصدور**'' اور یہ قریبی تقریر ہے، اس بات کے امکان کو ثابت کرنے کے لیے۔

لیکن یہ بات کہنا درست نہیں کہ میت جس راحت اور عذاب کو پاتی ہے، وہ بعینہٖ اسی طرح ہے، جس طرح نیند والا اپنی نیند میں محسوس کرتا ہے، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ قبر و برزخ کی راحت و عذاب، زیادہ کامل اور زیادہ بلیغ اور زیادہ اتم ہے، اور وہ حقیقی راحت اور

حقیقی عذاب ہے، خواب کی اس مثال کو اس کے ممکن ہونے کو بیان کرنے کے لیے اس وقت ذکر کیا جاتا ہے، جب سوال کرنے والا یہ کہتا ہے کہ میت اپنی قبر میں حرکت نہیں کرتی، اور مٹی میں تغیر پیدا نہیں ہوتا، اوراس طرح کی کوئی اور بات کہی جاتی ہے (مجموع الفتاویٰ)

مطلب یہ ہے کہ نیند اور خواب میں پیش آنے والے حالات، قبر و برزخ میں پیش آنے والے حالات کو سمجھنے کی نظیر ہیں، ورنہ قبر و برزخ میں پیش آنے والے حالات حقیقت اور واقعہ کے مطابق اور بہت قوی درجہ کے ہوتے ہیں، جبکہ خواب کا معاملہ اس سے کمزور ہے۔

علامہ ابنِ تیمیہ کی مذکورہ عبارت سے واضح ہوگیا کہ فوت ہونے کے بعد برزخ وقبر میں روح کا بدن وجسم کے ساتھ اللہ کی حسبِ مشیت وحکمت تعلق ہوتا ہے، اور اس کے نتیجہ میں برزخ کی حیات، روح وجسم کے مجموعہ کی کہلاتی ہے، اور وہاں نصوص میں بیان کردہ تمام حالات و واقعات حقیقت میں پیش آتے ہیں، اس لیے برزخی حیات، حقیقی بھی ہوئی، اور روحانی بھی اور جسمانی بھی، پھر اس مقصد کے لیے جو بھی تعبیر کی جائے، اس سے اصل مقصود پر فرق واقع نہ ہوگا۔

## علامہ ابنِ تیمیہ کا دوسرا حوالہ

علامہ ابنِ تیمیہ اپنے فتاویٰ میں ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

**العذاب والنعيم على النفس والبدن جميعا باتفاق أهل السنة والجماعة تنعم النفس وتعذب منفردة عن البدن وتعذب متصلة بالبدن والبدن متصل بها فيكون النعيم والعذاب عليهما في هذه الحال مجتمعين كما يكون للروح منفردة عن البدن .وهل يكون العذاب والنعيم للبدن بدون الروح؟ هذا فيه قولان مشهوران لأهل الحديث والسنة والكلام.وفى المسألة أقوال شاذة ليست من أقوال أهل السنة والحديث. قول من يقول :إن النعيم والعذاب لا يكون إلا على الروح؛ وأن البدن لا ينعم ولا يعذب .وهذا تقوله "الفلاسفة " المنكرون لمعاد الأبدان؛ وهؤلاء كفار بإجماع المسلمين .ويقوله**

كثير من "أهل الكلام "من المعتزلة وغيرهم :الذين يقولون :لا يكون ذلك في البرزخ وإنما يكون عند القيام من القبور .وقول من يقول :إن الروح بمفردها لا تنعم ولا تعذب وإنما الروح هي الحياة وهذا يقوله طوائف من أهل الكلام من المعتزلة وأصحاب أبي الحسن الأشعري كالقاضي أبي بكر وغيرهم؛ وينكرون أن الروح تبقى بعد فراق البدن .وهذا قول باطل؛ خالفه الأستاذ أبو المعالي الجويني وغيره؛ بل قد ثبت في الكتاب والسنة واتفاق سلف الأمة أن الروح تبقى بعد فراق البدن وأنها منعمة أو معذبة " .والفلاسفة "الإلهيون يقولون بهذا لكن ينكرون معاد الأبدان وهؤلاء يقرون بمعاد الأبدان؛ لكن ينكرون معاد الأرواح ونعيمها وعذابها بدون الأبدان. وكلا القولين خطأ وضلال لكن قول الفلاسفة أبعد عن أقوال أهل الإسلام وإن كان قد يوافقهم عليه من يعتقد أنه متمسك بدين الإسلام بل من يظن أنه من أهل المعرفة والتصوف والتحقيق والكلام .والقول الثالث: الشاذ .قول من يقول إن البرزخ ليس فيه نعيم ولا عذاب بل لا يكون ذلك حتى تقوم القيامة الكبرى كما يقول ذلك من يقوله من المعتزلة ونحوهم الذين ينكرون عذاب القبر ونعيمه بناء على أن الروح لا تبقى بعد فراق البدن وأن البدن لا ينعم ولا يعذب.فجميع هؤلاء الطائفتين ضلال في أمر البرزخ لكنهم خير من الفلاسفة؛ لأنهم يقرون بالقيامة الكبرى.فإذا عرفت هذه الأقوال الثلاثة الباطلة فاعلم أن مذهب "سلف الأمة وأئمتها "أن الميت إذا مات يكون في نعيم أو عذاب وأن ذلك يحصل لروحه ولبدنه وأن الروح تبقى بعد مفارقة البدن منعمة أو معذبة وأنها تتصل بالبدن أحيانا فيحصل له معها النعيم والعذاب .ثم إذا كان يوم القيامة الكبرى أعيدت الأرواح إلى أجسادها وقاموا من قبورهم لرب العالمين .ومعاد الأبدان متفق عليه عند المسلمين واليهود والنصارى وهذا كله متفق عليه عند علماء الحديث والسنة. وهل يكون للبدن دون الروح نعيم أو عذاب؟ أثبت

**ذلک طائفة منهم وأنكره أكثرهم .** (مجموع الفتاوی، لابن تیمیة، ج۴، ص ۲۸۲، الیٰ ص ۲۸۴، کتاب مفصل الاعتقاد، رسالة فی عذاب القبر)

ترجمہ: عذاب اور راحت، نفس اور بدن دونوں کو ہوتی ہے، اس پر (معدودے چند افراد کے علاوہ) اہلُ السنۃ والجماعۃ کا اتفاق ہے کہ نفس، راحت محسوس کرتا ہے، اور تکلیف بھی محسوس کرتا ہے، بدن سے جدا ہوکر بھی، اور عذاب کو محسوس کرتا ہے، بدن سے متصل ہوکر بھی، اور بدن، نفس کے ساتھ متصل ہوتا ہے، پس راحت اور عذاب، اس حالت میں نفس اور جسم دونوں کے جمع ہونے کی حالت میں ہوتا ہے، جیسا کہ روح کو عذاب، بدن سے جدا ہونے کی حالت میں بھی ہوتا ہے (یعنی عالمِ برزخ میں روح، کو راحت وتکلیف بدن سے جدا ہوکر بھی ہوتی ہے، اور جسم کے ساتھ جمع ہونے کی حالت میں بھی ہوتی ہے) اور کیا عذاب اور راحت بدن کو بغیر روح کے ہوتی ہے؟ اس میں اہلِ حدیث، اور اہلُ السنۃ، اور اہلِ کلام کے دو مشہور قول ہیں۔

اور اس مسئلہ میں بعض شاذ اقوال بھی ہیں، جو اهلُ السنة والحديث کے نہیں ہیں۔

ایک شاذ قول اس شخص کا ہے، جو یہ کہتا ہے کہ راحت اور عذاب صرف روح کو ہوتا ہے، اور بدن کو راحت اور عذاب نہیں ہوتا، اور یہ قول دراصل ان فلاسفہ کا ہے، جو ابدان کے دوبارہ زندہ ہونے کے منکر ہیں، اور مسلمانوں کے اجماع کی رُو سے یہ کافر ہیں، اور بہت سے معتزلہ اور ان کے علاوہ متکلمین کا قول بھی یہی ہے، جو یہ کہتے ہیں کہ برزخ میں عذاب نہیں ہوتا، وہ تو قبروں سے اٹھنے کے بعد ہوگا۔

اور دوسرا قول اس شخص کا ہے، جو یہ کہتا ہے کہ تنہا روح کو راحت وعذاب نہیں ہوتا، اور روح دراصل حیات کا ہی نام ہے، بعض اہلِ کلام معتزلہ اور ابوالحسن اشعری کے بعض اصحاب، مثلاً قاضی ابوبکر وغیرہ کا یہی قول ہے، جو اس بات کا انکار کرتے ہیں کہ روح، بدن سے جدا ہونے کے بعد باقی رہتی ہے، لیکن یہ قول باطل ہے، جس کی استاد ابویعلیٰ جوینی وغیرہ نے مخالفت کی ہے، اور کتاب وسنت سے یہ بات ثابت ہے کہ روح، بدن سے جدا ہونے کے بعد باقی رہتی ہے، جو راحت، یا عذاب کو پاتی ہے، اور یہ دراصل

www.idaraghufran.org

فلاسفۂ الٰہیون کا قول ہے، لیکن وہ ابدان کے دوبارہ لوٹنے کا انکار کرتے ہیں، مگر یہ (قاضی ابوبکر وغیرہ) حضرات ابدان کے دوبارہ لوٹنے کا اقرار کرتے ہیں، لیکن اسی کے ساتھ ارواح کے لوٹنے، اور ابدان کے بغیر ارواح کی راحت اور عذاب کا انکار کرتے ہیں۔

اور یہ دونوں قول خطاء اور ضلالت پر مبنی ہیں، جن میں فلاسفہ کا قول اہلِ اسلام کے اقوال سے بعید تر ہے، اگرچہ اہلِ فلاسفہ، اہلِ اسلام کی اس بارے میں موافقت کرتے ہیں کہ وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ دینِ اسلام سے ہی دلیل پکڑتے ہیں، بلکہ ان میں بعض لوگ یہ گمان بھی کرتے ہیں کہ وہ اہلِ معرفت اور اہلِ تصوف اور اہلِ تحقیق اور اہلِ کلام میں سے ہیں۔ [1]

اور تیسرا شاذ قول اس شخص کا ہے، جو یہ کہتا ہے کہ برزخ میں راحت اور عذاب نہیں ہوتا، بلکہ یہ صرف قیامتِ کبریٰ قائم ہونے کے بعد ہی ہوگا، یہ قول بعض معتزلہ اور ان لوگوں کا ہے، جو عذابِ قبر اور راحتِ قبر کا اس بنیاد پر انکار کرتے ہیں کہ روح، بدن سے جدا ہونے کے بعد باقی نہیں رہتی، اور بدن کو راحت اور عذاب نہیں ہوتا۔

پس یہ دونوں جماعتیں، برزخ کے معاملے میں گمراہی کا شکار ہیں، لیکن یہ فلاسفہ سے بہتر ہیں، کیونکہ یہ لوگ قیامتِ کبریٰ کو تسلیم کرتے ہیں (اس لیے ان پر تکفیر کا حکم نہیں لگایا گیا)

پس جب آپ نے ان تینوں باطل اقوال کو پہچان لیا، تو یہ بات جان لینی چاہیے کہ امت کے سلف اور اُن کے ائمہ کا مذہب یہ ہے کہ میت فوت ہونے کے بعد راحت، یا عذاب میں ہوتی ہے، اور یہ چیز اس کی روح اور بدن کو حاصل ہوتی ہے، اور روح، بدن سے جُدا ہونے کے بعد نعمت، یا عذاب کی حالت میں مبتلاء رہتی ہے، اور روح بعض اوقات بدن کے ساتھ متصل ہوتی ہے، جس کے نتیجے میں بدن کو روح کے ساتھ

---

[1] علامہ ابنِ تیمیہ نے مذکورہ بالا عبارت میں دوسرے اقوال کے مقابلے میں اہلُ السنۃ والجماعۃ کے اس قول کو ترجیح دی ہے، جس کی رُو سے عذاب وراحت نفس، یعنی انسانی روح اور بدن دونوں کو ہوتی ہے، اسی قول سے برزخ وقبر میں روحانی وجسمانی حیات کا قول نکلا، اور اسی کی تعبیر اہلُ السنۃ والجماعۃ کے ترجمان مختلف حضرات نے اپنے اپنے الفاظ میں بیان کی، اور اس قول کے برخلاف اقوال کی تردید کرتے ہوئے، بعض نے ''حقیقی راحت وعذاب ہونے'' اور بعض نے اس برزخی حیات کے حقیقی حیات ہونے سے تعبیر کردی، جس کی حقیقت نہ سمجھنے والے طرح طرح کے شبہات سے دوچار ہوگئے، اور طرفین کے کم علم لوگوں میں بحث طول پکڑ گئی، اور مختلف فرقے، یا دھڑے وجود میں آئے۔ محمد رضوان۔

www.idaraghufran.org

راحت ، یا عذاب حاصل ہوتا ہے ، پھر جب قیامتِ کبریٰ کا دن ہوگا، تو تمام روحوں کو اُن کے مخصوص اجسام فراہم کر کے، ان کی طرف لوٹا دیا جائے گا، اور وہ ربُّ العالمین کے لیے اپنی قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے، اور ابدان کا دوبارہ زندہ ہونا مسلمانوں اور یہود اور نصاریٰ سب کے درمیان متفق علیہ ہے ، اور اس سب پر علمائے حدیث والسنۃ کا اتفاق ہے۔ اور کیا بدن کو روح کے بغیر راحت، یا عذاب ہوتا ہے؟ علماء کی ایک جماعت نے اس کو ثابت مانا ہے، لیکن اکثر نے اس کا انکار کیا ہے (اور یہی صحیح ہے، کیونکہ روح کے بغیر راحت وعذاب کا احساس وادراک بے معنیٰ ہے ) (مجموعُ الفتاویٰ)

یعنی اکثر اہلِ علم کے نزدیک بدن کو روح کے بغیر عذاب وراحت نہیں ہوتی ، بلکہ یا تو روح اور بدن کے مجموعہ پر ہوتی ہے، یا بعض اوقات روح کے بدن سے جدا ہونے کے بعد محض روح پر بھی ہوتی ہے ، چنانچہ روح آسمان کی طرف جاتی ہے، اور نیک روح کا اعزاز واکرام ہوتا ہے، اور اسے خوشبودار کپڑے میں لے جایا جاتا ہے، اور بد روح کی اہانت ہوتی ہے، اور اسے بدبودار کپڑے میں لے جایا جاتا ہے، پھر بعد میں بدن میں واپس بھیج دیا جاتا ہے، جیسا کہ گزرا۔ (جاری ہے......)

مقالات ومضامین

مفتی محمد رضوان

# افادات وملفوظات

## حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت سے متعلق معتدل موقف

(25-ربیع الآخر-1443ھ)

آج کل حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خروج، اور ان کے موقف، اور ان کی شہادت کے متعلق مختلف آراء سامنے آتی ہیں، اور ان پر ایک دوسرے سے بحث ومباحثہ کیا جاتا ہے۔

اس سلسلے میں اہلُ السنۃ والجماعۃ کا معتدل موقف اور افراط وتفریط والے موقف کا معلوم ہونا ضروری ہے، تاکہ افراط وتفریط سے بچ کر اہلُ السنۃ والجماعۃ کے اعتدال والے موقف کو اختیار کیا جاسکے۔

اس موضوع پر کئی محققین اہلُ السنۃ والجماعۃ نے کلام کیا ہے۔

علامہ ابنِ تیمیہ(المتوفی:728ھ)اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں:

وَكَـانَ مَـا كَـانَ، إِلَـى أَنْ ظَهَـرَتْ الْـحَرُورِيَّةُ الْمَارِقَةُ، مَعَ كَثْرَةِ صَلَاتِهِمْ وَصِيَـامِهِـمْ وَقِرَائَتِهِمْ، فَقَاتَلُوا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيًّا وَمَنْ مَعَهُ، فَقَتَلَهُمْ بِأَمْرِ اللَّـهِ وَرَسُولِهِ، طَاعَةً لِقَوْلِ النَّبِيِّ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – لَمَّا وَصَفَهُمْ بِقَوْلِهِ: يَحْقِرُ أَحَدُكُمْ صَلَاتَهُ مَعَ صَلَاتِهِمْ، وَصِيَامَهُ مَعَ صِيَامِهِمْ، وَقِرَائَتَهُ مَـعَ قِـرَائَتِهِـمْ، يَقْرَئُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَـمَـا يَـمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، أَيْنَمَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ فَإِنَّ فِي قَتْلِهِمْ أَجْرًا عِنْدَ اللَّهِ لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ .

وَقَـوْلُهُ: تَـمْـرُقُ مَـارِقَةٌ عَـلَـى حِيـنِ فُـرْقَةٍ مِـنَ الْمُسْلِمِينَ، يَقْتُلُهُمْ أَدْنَى الطَّائِفَتَيْنِ إِلَى الْحَقِّ أَخْرَجَاهُ فِي الصَّحِيحَيْنِ.

فَـكَانَتْ هَذِهِ الْحَرُورِيَّةُ هِيَ الْمَارِقَةُ، وَكَانَ بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ فُرْقَةٌ، وَالْقِتَالُ

www.idaraghufran.org

بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ لَا يُخْرِجُهُمْ مِنْ الْإِيمَانِ، كَمَا قَالَ تَعَالَى:"وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ. إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ"

فَبَيَّنَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى أَنَّهُمْ مَعَ الِاقْتِتَالِ وَبَغْيِ بَعْضِهِمْ عَلَى بَعْضٍ مُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ، وَأَمَرَ بِإِصْلَاحٍ بَيْنَهُمْ، فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا بَعْدَ ذَلِكَ قُوتِلَتْ الْبَاغِيَةُ، وَلَمْ يَأْمُرْ بِالِاقْتِتَالِ ابْتِدَاءً.

وَأَخْبَرَ النَّبِيُّ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – أَنَّ الطَّائِفَةَ الْمَارِقَةَ يَقْتُلُهَا أَدْنَى الطَّائِفَتَيْنِ إِلَى الْحَقِّ، فَكَانَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَمَنْ مَعَهُ هُمْ الَّذِينَ قَاتَلُوهُمْ.

فَدَلَّ كَلَامُ النَّبِيِّ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – عَلَى أَنَّهُمْ أَدْنَى إِلَى الْحَقِّ مِنْ مُعَاوِيَةَ وَمَنْ مَعَهُ مَعَ إِيمَانِ الطَّائِفَتَيْنِ .

ثُمَّ إِنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنِ مُلْجِمٍ مِنْ هَؤُلَاءِ الْمَارِقِينَ، قَتَلَ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيًّا فَصَارَ إِلَى كَرَامَةِ اللَّهِ وَرِضْوَانِهِ شَهِيدًا، وَبَايَعَ الصَّحَابَةُ لِلْحَسَنِ ابْنِهِ، فَظَهَرَتْ فَضِيلَتُهُ الَّتِي أَخْبَرَ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – فِي الْحَدِيثِ الصَّحِيحِ حَيْثُ قَالَ: إِنَّ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ وَسَيُصْلِحُ اللَّهُ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنْ الْمُسْلِمِينَ فَنَزَلَ عَنْ الْوِلَايَةِ وَأَصْلَحَ اللَّهُ بِهِ بَيْنَ الطَّائِفَتَيْنِ، وَكَانَ هَذَا مِمَّا مَدَحَهُ بِهِ النَّبِيُّ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – وَأَثْنَى عَلَيْهِ، وَدَلَّ ذَلِكَ عَلَى أَنَّ الْإِصْلَاحَ بَيْنَهُمَا مِمَّا يُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَيَحْمَدُهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ.

ثُمَّ إِنَّهُ مَاتَ وَصَارَ إِلَى كَرَامَةِ اللَّهِ وَرِضْوَانِهِ، وَقَامَتْ طَوَائِفُ كَاتَبُوا

الْحُسَيْنَ وَوَعَدُوهُ بِالنَّصْرِ وَالْمُعَاوَنَةِ إِذَا قَامَ بِالْأَمْرِ، وَلَمْ يَكُونُوا مِنْ أَهْلِ ذَلِكَ، بَلْ لَمَّا أَرْسَلَ إِلَيْهِمُ ابْنَ عَمِّهِ أَخْلَفُوا وَعْدَهُ، وَنَقَضُوا عَهْدَهُ، وَأَعَانُوا عَلَيْهِ مَنْ وَعَدُوهُ أَنْ يَدْفَعُوهُ عَنْهُ، وَيُقَاتِلُوهُ مَعَهُ .وَكَانَ أَهْلُ الرَّأْيِ وَالْمَحَبَّةِ لِلْحُسَيْنِ كَابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنِ عُمَرَ وَغَيْرِهِمَا أَشَارُوا عَلَيْهِ بِأَنْ لَا يَذْهَبَ إِلَيْهِمْ، وَلَا يَقْبَلَ مِنْهُمْ، وَرَأَوْا أَنَّ خُرُوجَهُ إِلَيْهِمْ لَيْسَ بِمَصْلَحَةٍ، وَلَا يَتَرَتَّبُ عَلَيْهِ مَا يَسُرُّ، وَكَانَ الْأَمْرُ كَمَا قَالُوا، وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَقْدُورًا .

فَلَمَّا خَرَجَ الْحُسَيْنُ – رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ – وَرَأَى أَنَّ الْأُمُورَ قَدْ تَغَيَّرَتْ، طَلَبَ مِنْهُمْ أَنْ يَدَعُوهُ يَرْجِعُ، أَوْ يَلْحَقَ بِبَعْضِ الثُّغُورِ، أَوْ يَلْحَقَ بِابْنِ عَمِّهِ يَزِيدَ، فَمَنَعُوهُ هَذَا وَهَذَا .حَتَّى يَسْتَأْسِرَ، وَقَاتَلُوهُ فَقَاتَلَهُمْ فَقَتَلُوهُ. وَطَائِفَةٌ مِمَّنْ مَعَهُ، مَظْلُومًا شَهِيدًا شَهَادَةً أَكْرَمَهُ اللَّهُ بِهَا وَأَلْحَقَهُ بِأَهْلِ بَيْتِهِ الطَّيِّبِينَ الطَّاهِرِينَ .وَأَهَانَ بِهَا مَنْ ظَلَمَهُ وَاعْتَدَى عَلَيْهِ، وَأَوْجَبَ ذَلِكَ شَرًّا بَيْنَ النَّاسِ (الفتاویٰ الکبریٰ لابنِ تیمیة ، ج ١ ص ١٩٨ الیٰ ٢٠٠، کتاب السنة والبدعة)

ترجمہ: اور (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد) اسی طرح (اختلاف وانتشار کا) معاملہ جاری رہا، یہاں تک کہ ’’حروریہ‘‘ خوارج فرقہ کی جماعت ظاہر ہوگئی، باوجودیکہ وہ لوگ کثرت سے نماز اور روزوں اور قرائت کا اہتمام کیا کرتے تھے، ان لوگوں نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے ہمراہیوں کے ساتھ قتال کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو بجالاتے ہوئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی اطاعت کے مطابق قتل کیا، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کا یہ وصف بیان کیا کہ ’’تم میں سے کوئی ان کی نمازوں کے مقابلہ میں اپنی نمازوں کو اور ان کے روزوں کے مقابلہ میں اپنے روزوں کو، اور ان کی قرائت

کے مقابلہ میں اپنی قرائت کو حقیر وکمتر سمجھے گا ( کیونکہ وہ بظاہر بکثرت نماز پڑھیں گے، اور روزے رکھیں گے، اور قرائت کریں گے ) وہ قرآن کو پڑھیں گے، لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، یہ لوگ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے، جیسے تیر شکار سے آر پار ہوکر نکل جاتا ہے، تم ان سے جہاں بھی ملاقات کرو، تو ان کو قتل کردو، کیونکہ ان کے قتل کرنے میں اللہ کے نزدیک، قیامت کے دن اس شخص کو اجر حاصل ہوگا، جو ان کو قتل کرے گا‘‘

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ’’ (خوارج کی) وہ جماعت نکلنے والی ہوگی، یعنی مسلمانوں میں تفریق کے وقت وہ جماعت ان سے الگ ہونے والی ہوگی، ان کو دو جماعتوں میں سے، حق کے زیادہ قریب والی جماعت قتل کرے گی‘‘ یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں موجود ہے۔

پس یہ’’حروریہ‘‘ کی خوارج والی جماعت تھی، اور مومنوں کے درمیان اس وقت افتراق پیدا ہوگیا تھا، اور مومنوں کے درمیان قتال کرنا، ان کو ایمان سے خارج کرنے والا نہیں تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا (سورہ حجرات میں) ارشاد ہے کہ’’ وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ. إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ‘‘

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے مذکورہ آیات میں یہ بات واضح فرمادی کہ ان کے ایک دوسرے کے ساتھ قتال کرنے، اور ایک دوسرے کے خلاف بغاوت کرنے کے باوجود وہ سب مومن اور ایک دوسرے کے بھائی ہیں، اور ان کے درمیان اصلاح کا حکم بھی فرمایا، پھر اگر اس کے بعد ان دونوں میں سے کوئی ایک جماعت دوسرے پر بغاوت کرے، تو باغی جماعت سے قتال کیا جائے گا، ابتدائی طور پر ان سے بھی قتال کا حکم نہیں فرمایا۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی خبر دی کہ اس الگ ہونے والی خوارج کی جماعت کو دو جماعتوں میں سے حق کے زیادہ قریب والی جماعت قتل کرے گی، اور حضرت علی بن ابی طالب کے ہمراہیوں نے اس ''حروریہ'' جماعت کے ساتھ قتال کیا۔

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جماعت، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اوران کے ہمراہیوں کے مقابلہ میں حق کے زیادہ قریب ہے، باوجودیکہ دونوں جماعتیں ایمان رکھنے والی ہیں۔

پھر''**عبدالرحمٰن بن ملجم**'' کاان الگ ہونے والے لوگوں کی جماعت سے تعلق تھا، جس نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ، اللہ کے ہاں عزت وتکریم اور اللہ کی رضا کے ساتھ شہید ہوگئے، اور صحابہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعدان کے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی، جس کے نتیجہ میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وہ فضیلت ظاہر ہوگئی، جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں خبر دی تھی، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ''میرا یہ بیٹا سردار ہے، اور عنقریب اللہ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا'' حضرت حسن نے اس کے بعد امارت چھوڑ دی، اور اللہ نے دو جماعتوں کے درمیان اس طرح صلح فرمادی، اور اس عمل کا تعلق ان فضائل سے تھا، جن کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدح وتعریف فرمائی تھی، اور یہ حدیث اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ مذکورہ دونوں جماعتوں کے درمیان صلح کرانے کا عمل ان چیزوں سے تعلق رکھتا ہے، جس کو اللہ اور اس کا رسول پسند فرماتا ہے، اوراس پر اللہ اوراس کے رسول نے تعریف کی ہے۔

پھر جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی، اور وہ اللہ کی طرف سے شرافت وکرامت اور اللہ کی رضا کو حاصل کر چکے، تو مختلف جماعتیں کھڑی ہوگئیں، جنہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو لکھا، اوران کے ساتھ نصرت اور معاونت کا وعدہ کیا، جبکہ وہ

حکومت کی باگ دوڑ سنبھالیں گے، لیکن وہ وعدہ کرنے والے لوگ اس بات کے اہل نہیں تھے، بلکہ جب ان کی طرف حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے چچازاد بھائی (حضرت مسلم بن عقیل) کو بھیجا، تو ان لوگوں نے وعدہ خلافی کا ارتکاب کیا، اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے کیے گئے عہد کو توڑ دیا، اور جن لوگوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے اس چیز کا وعدہ کیا تھا کہ وہ ان کی طرف سے دفاع کریں گے، اور ان کے ساتھ مل کر قتال کریں گے، انہوں نے اس کے برخلاف طرزِ عمل اختیار کیا، اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرنے، اور زیادہ بہتر رائے رکھنے والے حضرات، جیسا کہ ابنِ عباس وابنِ عمر وغیرہ رضی اللہ عنہم نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو یہ مشورہ دیا تھا کہ وہ ان کی طرف نہ جائیں، اور ان کی بات کو تسلیم نہ کریں، ان کی رائے یہ تھی کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ان لوگوں کی طرف جانا مصلحت کے مطابق نہیں، اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ان لوگوں کی طرف جانے پر وہ نتیجہ مرتب نہیں ہوگا، جس کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ پسند کرتے ہیں، اور حقیقتِ حال بھی مذکورہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے کے مطابق تھی، لیکن اللہ تعالیٰ کا مقررہ فیصلہ پورا ہوکر رہا۔

پس جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ نکلے، اور آپ نے (آگے پہنچ کر) دیکھا کہ معاملات بدل چکے ہیں، تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے اس بات کا مطالبہ کیا کہ وہ ان کو واپس جانے کے لیے چھوڑ دیں، یا بعض سرحدوں پر جانے دیں، یا اپنے چچازاد بھائی ”یزید“ سے ملاقات کریں، تو ان لوگوں نے اس کو قبول نہیں کیا، یہاں تک کہ وہ اپنے آپ کو ان کا قیدی نہ بنادیں، اور ان لوگوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے قتال کیا، جس کے بدلہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے بھی ان سے قتال کیا، اور ان لوگوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کردیا، اور آپ کے ساتھ ایک جماعت کو بھی قتل کردیا، اور اس طرح حضرت حسین اور آپ کے رفقاء، مظلوم ہوکر شہید ہوئے، اور انہوں نے ایسی شہادت کو پایا، جس کو اللہ نے عزت وشرف بخشا، اور حضرت

حسین رضی اللہ عنہ کو(اللہ تعالیٰ نے )اہلِ بیتِ طیبین طاہرین کے ساتھ ملحق فرمادیا،اور جنہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ پرظلم وزیادتی کی تھی،اللہ نے اس کی اہانت وتذلیل فرمائی،اور یہ طرزِعمل لوگوں کے درمیان شر پیدا کرنے کا ذریعہ بنا (الفتاویٰ الکبریٰ)

اورعلامہ ابنِ تیمیہ اپنی تالیف ’’منهاجُ السنة‘‘ میں فرماتے ہیں:

وصار الناس فی قتل الحسين -رضی الله عنه -(ثلاثة أصناف) : طرفين ووسطا .

أحد الطرفين يقول :إنه قتل بحق ;فإنه أراد أن يشق عصا (المسلمين) ويفرق الجماعة.

وقد ثبت فی الصحيح عن النبی -صلى الله عليه وسلم -أنه قال ": من جاء كم وأمركم على رجل واحد يريد أن يفرق جماعتكم فاقتلوه .قالوا :والحسين جاء وأمر المسلمين على رجل واحد، فأراد أن يفرق جماعتهم .وقال بعض هؤلاء :هو أول خارج خرج فی الإسلام على ولاة الأمر.

والطرف الآخر قالوا :بل (كان) هو الإمام الواجب طاعته، الذى لا ينفذ أمر من أمور الإيمان إلا به، ولا تصلى جماعة ولا جمعة إلا خلف من يوليه ، ولا يجاهد عدو إلا بإذنه، ونحو ذلک.

وأما الوسط فهم أهل السنة، الذين لا يقولون لا هذا ولا هذا، بل يقولون :قتل مظلوما شهيدا، ولم يكن متوليا لأمر الأمة .والحديث المذكور لا يتناوله، فإنه لما بلغه ما فعل بابن عمه مسلم بن عقيل ترک طلب الأمر، وطلب أن يذهب إلى يزيد ابن عمه ، أو إلى الثغر، أو إلى بلده، فلم يمكنوه، وطلبوا منه أن يستأسر لهم، وهذا لم يكن

**واجبا عليه** (منهاج السنة النبوية فى نقض كلام الشيعة القدرية، ج ۴، ص ۵۵۴، فصل الناس فى قتل الحسين رضى الله عنه طرفان ووسط)

ترجمہ: اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے متعلق لوگوں کی تین جماعتیں ہوگئی ہیں، دو جماعتیں تو افراط وتفریط میں مبتلا ہیں، اور ایک جماعت اعتدال پر قائم ہے۔

دو جماعتوں میں سے ایک جماعت تو یہ کہتی ہے کہ ان (حضرت حسین رضی اللہ عنہ) کا قتل برحق تھا، کیونکہ انہوں نے مسلمانوں کے درمیان انتشار اور جماعت میں تفریق کا ارادہ کیا تھا، اور صحیح حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ ’’جو شخص تمہارے پاس آئے، اور تم کسی ایک آدمی پر متفق ہو، اور وہ آنے والا تمہاری جماعت کے درمیان تفریق پیدا کرنا چاہے، تو تم اس کو قتل کردو‘‘۔

ان لوگوں کا کہنا ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ اس حالت میں آئے تھے کہ مسلمان ایک شخص (یعنی یزید) پر متفق تھے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ان کے درمیان تفریق پیدا کرنا چاہی، اور ان لوگوں نے یہاں تک بھی کہہ دیا کہ اسلام میں حکمرانوں پر سب سے پہلا خروج اختیار کرنے والے حضرت حسین ہیں۔

اور دوسری جماعت کا کہنا یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ ہی برحق امام تھے، جن کی اطاعت واجب تھی، ایمان کے معاملات میں سے کوئی امر، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے حکم کے بغیر نافذ نہیں ہوسکتا تھا، اور نماز باجماعت اور جمعہ صرف اسی شخص کی اقتداء میں پڑھنا جائز تھا، جس کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ ذمہ داری سپرد کریں، اور کسی دشمن سے جہاد کرنا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے حکم کے بغیر جائز نہیں تھا، وغیرہ وغیرہ۔

لیکن معتدل جماعت اہلُ السنۃ کی ہے، جو نہ تو پہلی جماعت والا قول کرتے، اور نہ دوسری جماعت والا قول کرتے، بلکہ ان حضراتِ اہلُ السنۃ کا کہنا یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ مظلوم اور شہید ہونے کی حالت میں قتل ہوئے، اور وہ امت کے حکمران مقرر نہیں ہوئے تھے، اور جو حدیث ذکر کی گئی، یہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شامل نہیں

ہے، کیونکہ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو وہ خبر پہنچی، جس میں ان کے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کے ساتھ سلوک اختیار کیا گیا تھا، تو انہوں نے اس امر کی طلب کو ترک فرمادیا تھا، اور آپ نے اس چیز کا مطالبہ کیا تھا کہ وہ ان کے چچازاد بھائی ''یزید'' کے پاس جانے دیں، یا سرحد پر جانے دیں، یا ان کے شہر میں واپس جانے دیں، لیکن ان لوگوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اس پر قدرت نہیں دی، اور ان کے قید کرنے کو طلب کیا، جو کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ذمہ واجب نہیں تھا (اس لیے جواباً قتال کرنا پڑا) (منہاج السنۃ)

اس سے معلوم ہوا کہ اہلُ السنۃ والجماعۃ کے نزدیک، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا خروج، نہ تو بغاوت کے طور پر تھا، اور نہ ہی وہ باضابطہ امیر المومنین منتخب ہوئے تھے، اور وہ ظلماً قتل ہو کر شہادت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے۔

**مقالات و مضامین** مولانا شعیب احمد

# انسانی مجبوریوں کا بیوپار

موجودہ دور انسان کی مادی ترقی کا دور ہے۔انسان نے جیسے ہر میدان میں کامیابیوں کے جھنڈے گاڑے، ویسے ہی کاروبار کے میدان میں بھی وہ ترقی کی راہوں پہ گامزن ہے۔تجارت کے نت نئے ڈھنگ ایجاد ہو گئے، پیسہ کمانے کے نئے نئے راستے وجود میں آ گئے۔انہی میں سے ایک طریقہ انسانی مجبوریوں کی تجارت بھی ہے۔یعنی پیسہ بنانے کا ایک ایسا ذریعہ جس میں انسانی مجبوریوں کی بنیاد پر بیوپار کیا جاتا ہے۔دیگر ممالک کا تو علم نہیں مگر ہمارے ملک میں اس کاروبار کو بڑی پذیرائی حاصل ہے۔

ضرورتمندوں، مجبوروں، پریشان حالوں، بے کسوں اور بیماروں کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر تجوریاں بھرنا دُکان چمکانا ہمارا قومی مزاج بن چکا ہے۔رمضان کا مبارک مہینہ ہو یا عیدین کے پُر مسرت ایام، ایسے ہر موقع پر اشیائے خورد ونوش اور ملبوسات کی قیمتوں میں عام دنوں کی بنسبت کئی گنا اضافہ کر دیا جاتا ہے۔کرونا کے دنوں میں ماسک اور سینیٹائزر کی قیمتوں میں اضافہ بھی سبھی کو یاد ہوگا۔ اب مری میں پیش آنے والے حالیہ سانحہ میں بھی یہی کچھ دیکھنے کو ملا۔جب بیرونِ شہر سے آنے والے سیاحوں کو زندگی کے لالے پڑے ہوئے تھے تو مری کے کچھ مقامی افراد، سیاحوں کی مجبوریوں سے بھرپور فائدہ اٹھانے میں مصروف تھے۔ہوٹلوں میں قیام کرنے کے دام کئی گنا بڑھا دیے گئے۔ کھانے پینے کی اشیاء حتیٰ کہ سادہ پانی بھی مہنگے داموں میں فروخت ہونے لگا۔گاڑی کو دھکا لگانے اور ٹائروں پر زنجیر لگانے کے لیے بھی منہ مانگی قیمت کا مطالبہ کیا جانے لگا۔گویا مری کے سرد موسم کی طرح وہاں کے بیوپاریوں کے رویہ بھی سرد ہی رہے۔

پھر انسانی مجبوری کی بناء پر تجارت کا یہ سلسلہ صرف اشیاء کی خریداری تک ہی محدود نہیں بلکہ مجبور انسان کو اگر کوئی چیز بیچنی پڑ جائے تب بھی اسی آفت کا سامنا اسے کرنا پڑتا ہے۔بالخصوص پراپرٹی اور گاڑیوں کے کاروبار میں بکثرت ایسا ہوتا ہے کہ کوئی فرد اپنی کسی مجبوری کے تحت اگر گھر یا گاڑی

بیچنا چاہے تو اس کی مجبوری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے مبیعہ شے کو کم داموں میں خریدا جاتا ہے۔

ہم مانیں یا نہ مانیں آج ہمارے ملک میں یہ بھی ایک بیوپار بن چکا ہے۔ انسانی مجبوریوں کا بیوپار...جس میں ایک طبقہ مجبور اور بے بس لوگوں کی ضرورت وحاجت کی بنیاد پر کاروبار کرتا ہے۔ ایسے لوگ درحقیقت انسانی مجبوریوں کے سوداگر ہوتے ہیں اور انسانی جذبات سے کھیلنے کا گُر وہ بخوبی جانتے ہیں، اور اس فعل کو کوئی برائی تو کیا سمجھا جاتا، الٹا اسے چالاکی، ہشیاری اور عقلمندی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

خدا کو ایسے لوگ بڑے ہی ناپسند ہیں جو دوسرے کی مجبوری اور ضرورت پر اپنے نفع کی بنیاد رکھتے ہیں۔ جس مذہب کے ہم ماننے والے ہیں وہ تو خودغرضی کی بجائے بے غرضی کی تعلیم دیتا ہے۔ ہمارا دین تو انسانیت کے ساتھ احسان اور بھلائی کا درس دیتا ہے۔ چنانچہ خدا اس بات سے منع کرتا ہے کہ دوسروں کا مال باطل اور غلط طریقہ سے حاصل کیا جائے۔

" وَلَا تَأْكُلُوْا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ" (سورة البقرة، رقم الآية: ۱۸۸)

''اور تم آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طریقہ سے مت کھاؤ'' (بقرہ)

ناحق طریقہ سے دوسرے کا مال کھانے میں معاملات کی وہ تمام قسمیں داخل ہیں جن کو شریعت نے ناجائز ٹھہرایا ہے۔ لہٰذا کسی بے بس اور لاچار کی مجبوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کسی شے کے نرخ بڑھا کر بیچنا یا اس کی مملوکہ چیز کو کم قیمت پر خریدنا بھی اس میں شامل ہوگا۔

خدا اس بات کی بھی تاکید کرتا ہے کہ احساسِ انسانیت کو مت بھولو اور ایک دوسرے کے خیال اور حقوق کو فراموش مت کرو۔

" وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ " (سورة البقرة، رقم الآية: ۲۳۷)

''اور آپس میں احسان (کا برتاؤ کرنا) مت بھولو'' (بقرہ)

خدا انسانیت کے ساتھ نیکی، احسان اور بھلائی کرنے والوں سے محبت کا اعلان بھی کرتا ہے۔

" وَأَحْسِنُوْا إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ " (سورة البقرة، رقم الآية: ۱۹۵)

''اور احسان کرو، بے شک اللہ احسان کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے'' (بقرہ)

خدا اُن لوگوں کی تعریف بھی کرتا ہے کہ جو خود محتاجی اور مفلسی کے باوجود دوسروں کی ضرورت و

حاجت پوری کرنے کوترجیح دیتے ہیں۔

" وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ " (سورة الحشر ، رقم الآية : ۹)

''اوروہ اپنے اوپر(دوسروں کو) ترجیح دیتے ہیں، چاہے(خود) اُن پرتنگی ہو'' (حشر)

مندرجہ بالا چندقرآنی آیات سے اندازہ ہوتا ہے کہ لوگوں کے ساتھ بھلائی اوراحسان کرنے کا اسلام میں کیامقام اوردرجہ ہے۔خدا کے ہاں بے کسوں اورمحتاجوں کی مسیحائی کرنے کی بڑی قدر کی جاتی ہے۔اسی طرح بہت سی احادیثِ نبویہ سے بھی یہی آگاہی ہمیں ملتی ہے۔ایک حدیث میں رسولِ خداصلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

" وَمَنْ كَانَ فِيْ حَاجَةِ أَخِيْهِ كَانَ اللّٰهُ فِيْ حَاجَتِهٖ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً، فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ " (صحيح البخاری ، رقم الحديث : ۲۴۴۲ ، كتاب المظالم والغصب ، باب: لا يظلم المسلم المسلم)

''جوکوئی اپنے کسی بھائی کی حاجت پورے کرنے میں مصروف ہوتا ہے تو اللہ اس کی ضرورت پوری کرنے میں لگ جاتے ہیں۔اورجس نے اپنے مسلمان بھائی سے کسی مصیبت کودورکیا،تو اللہ روزِ قیامت کی مصیبت اس سے دورکریں گے'' (بخاری)

یعنی اگرکوئی شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی ضرورت پوری کرنے میں مشغول ہوتا ہے تو درحقیقت وہ اپنی ضروریات وحاجات کی تکمیل کا سامان کررہا ہوتا ہے،اور جب کوئی اپنے مسلمان بھائی سے اس فانی دنیا کی مصیبت کودورکردیتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس سے قیامت کی ازلی مصیبت کودور فرمائیں گے۔سبحان اللہ، کیاانعام اور بدلہ ہے جواحساسِ انسانیت پرآدمی کوملتا ہے۔گویا مصیبت زدہ کی مددکرنا، پریشان حال کے کام آنا، لاچارکی چارہ گری کرنا، بیمارکامداوا کرنا اوردکھیارے کی مسیحائی کرنا درحقیقت دنیا وآخرت میں اپنے لیے آسانیوں اورآسائشوں کا انتظام کرنے کے مترادف ہے۔

اس لیے کسی بھی ضرورت مندومجبورکی مجبوری ولاچاری کافائدہ اٹھانے کی بجائے بےغرض اور بے لوث ہوکراس کی مددکرنی چاہیے،جس کے نتائج وثمرات کامشاہدہ انسان کودنیامیں ہی ہوجائے گا۔

**بسلسلہ :تاریخی معلومات**　　　　مولانا طارق محمود

# ماہِ ذوالقعدۃ:دسویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

□......ماہِ ذوالقعدۃ ۹۵۱ھ: میں حضرت محمد بن عبدالرحمٰن بن موسیٰ بن محمد حلبی ہمدانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج۲ص۴۲)

□......ماہِ ذوالقعدۃ ۹۵۸ھ: میں مرزا حیدر بن محمد حسین چغتائی کورکانی کا انتقال ہوا۔
(نزھۃ الخواطر وبھجۃ المسامع والنواظر لعبدالحیی الحسنی، ج۴ص۳۳۴)

□......ماہِ ذوالقعدۃ ۹۶۰ھ: میں حضرت نجم الدین محمد بن محمد بن عبید مقری مجید رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج۲ص۲۰)

□......ماہِ ذوالقعدۃ ۹۶۱ھ: میں حضرت عبدالوہاب بن محمد بن علی زقاق تجیبی فاسی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(نیل الابتھاج بتطریز الدیباج لأحمد بابا السودانی،ص۲۷۸)

□......ماہِ ذوالقعدۃ ۹۶۶ھ: میں حضرت شیخ کریم الدین عبدالکریم بن عبادہ حنبلی صالحی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج۲ص۱۷۵)

□......ماہِ ذوالقعدۃ ۹۷۴ھ: میں حضرت تقی الدین ابوبکر بن عبدالقادر بن ابی بکر بن ابراہیم بن منجک دمشقی حنفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج۳ص۹۸)

□......ماہِ ذوالقعدۃ ۹۷۶ھ: میں حضرت شیخ عبدالسلام بن محمد بن قطب الدین عمر جونپوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(نزھۃ الخواطر وبھجۃ المسامع والنواظر لعبدالحیی الحسنی، ج۴ص۳۶۴)

□......ماہِ ذوالقعدۃ ۹۷۷ھ: میں حضرت شمس الدین محمد شاب عاتکی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔
(الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج۳ص۶۹)

□......ماہِ ذوالقعدۃ ۹۷۸ھ: میں حضرت شیخ حامد بن عبدالرزاق بن عبدالقادر بن محمد شریف حسنی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(نزھۃ الخواطر وبھجۃ المسامع والنواظر لعبدالحیی الحسنی، ج۴ص۳۲۹)

□......ماہِ ذوالقعدۃ ۹۷۹ھ: میں حضرت شیخ نظام الدین بن محمد یاسین بن فخر الدین بن ابی

الفضل بن تاج الدین عثمانی امیتھوی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔
(نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر لعبدالحیی الحسنی، ج۴ ص ۴۴۰)

□......ماہِ ذوالقعدۃ ۹۸۰ھ : میں حضرت شیخ بدرالدین بن محمد بن ابراہیم بن فتح اللہ ربیعی اسماعیلی ملتانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر لعبدالحیی الحسنی، ج۴ ص ۳۱۶)

□......ماہِ ذوالقعدۃ ۹۸۴ھ : میں حضرت جمال الدین عبداللہ بن حمزہ مدنی شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (الکواکب السائرة بأعیان المئة العاشرة لنجم الدین الغزی، ج۲ ص ۱۵۲)

□......ماہِ ذوالقعدۃ ۹۸۲ھ : میں حضرت شیخ بدیع الدین مدار مکنپوری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔
(نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر لعبدالحیی الحسنی، ج۴ ص ۳۳۰)

□......ماہِ ذوالقعدۃ ۹۸۳ھ : میں حضرت علامہ محمود بن حسن سامون حنفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔
(شذرات الذهب فی أخبار من ذهب لابی الفلاح عبدالحیی عکری حنبلی، ج۱۰ ص ۵۸۹)

□......ماہِ ذوالقعدۃ ۹۸۹ھ : میں حضرت قاضی شمس الدین محمد بن طریف حنبلی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (الکواکب السائرة بأعیان المئة العاشرة لنجم الدین الغزی، ج۳ ص ۷۸)

□......ماہِ ذوالقعدۃ ۹۹۰ھ : میں حضرت شیخ منور بن نور اللہ بن معز الدین شرعی جہر اوتی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر لعبدالحیی الحسنی، ج۴ ص ۴۳۶)

□......ماہِ ذوالقعدۃ ۹۹۱ھ : میں حضرت سید صفائی بن مرتضیٰ حسینی ترمذی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔
(نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر لعبدالحیی الحسنی، ج۴ ص ۳۵۶)

□......ماہِ ذوالقعدۃ ۹۹۲ھ : میں حضرت شیخ قمیص بن ابی الحیاۃ بن محمود بن محمد بن احمد بن داؤد جیلانی سادھوروی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر لعبدالحیی الحسنی، ج۴ ص ۳۹۹)

□......ماہِ ذوالقعدۃ ۹۹۳ھ : میں حضرت شیخ الاسلام اسماعیل بن احمد بن حاج ابراہیم نابلسی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (الکواکب السائرة بأعیان المئة العاشرة لنجم الدین الغزی، ج۳ ص ۱۱۹)

□......ماہِ ذوالقعدۃ ۹۹۴ھ : میں حضرت برہان الدین ابراہیم صرخدی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔
(الکواکب السائرة بأعیان المئة العاشرة لنجم الدین الغزی، ج۳ ص ۸۴)

□......ماہِ ذوالقعدۃ ۹۹۸ھ : میں حضرت شیخ نوح بن نعمت اللہ صدیقی حنفی سندی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر لعبدالحیی الحسنی، ج۴ ص ۴۴۱)

علم کے مینار

مفتی غلام بلال

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

# امت کے علماء وفقہاء (قسط12)

فقہ حنفی کے وہ متون کہ جن میں فقہی جزئیات کو مختصر انداز میں یکجا کر دیا گیا ہے، یا پھر ان کتابوں میں فقہ حنفی کی امہاتُ الکتب، متونِ معتمدہ وغیرہ ذالک کے مسائل کو متون کی طرز پر جمع کر دیا گیا ہے، کو ''جامع متون'' کہا جاتا ہے، جن میں متاخرین کی بہت سی کتب شامل ہیں، جن میں سے چند کا ذکر گزشتہ اقساط میں گزر چکا ہے، ذیل میں مزید کتب ذکر کیا جاتا ہے۔

## (8)......مواهبُ الرحمن

''مواهبُ الرحمن'' مشہور حنفی فقیہ ابراہیم طرابلسی کی تصنیف کردہ ہے، جس کو بعد کے اکثر علماء نے فقہ حنفی کے متون میں شمار کیا ہے، ابراہیم طرابلسی رحمہ اللہ کی تاریخِ ولادت 843 ہجری، جبکہ وفات 922 ہجری ہے، کتاب کا پورا نام ''مواهبُ الرحمن في مذهب أبي حنيفة النعمان'' ہے، جو کہ فقہ حنفی کے متون معتبرہ کے اسلوب اور ان کے طرز پر لکھی جانی پہلی کتاب ہے، جن میں ''متنُ القدوری'' (المتوفیٰ: 428ھ) اور علامہ مرغینانی (المتوفیٰ: 593ھ) کی ''بدايةُ المبتدی'' اور اس کی شرح ''الهداية'' اور عبداللہ بن مودود موصلی (المتوفیٰ: 683ھ) کی ''المختار''، اور امام نسفی (المتوفیٰ: 710ھ) کی ''كنزُ الدقائق'' اور صدرُ الشریعۃ (المتوفیٰ: 747ھ) کی ''النقاية'' شامل ہیں۔

اس لحاظ سے یہ کتاب فقہ حنفی کے جامع متون میں سے ہے، کتاب کے مصنف ابراہیم طرابلسی نے مواهبُ الرحمن کی تصنیف کے بعد، اس کی شرح ''البرهان'' کے نام سے بھی تالیف فرمائی، کتاب میں امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کے اقوال ذکر کرنے کے بعد بہت سے مقامات پر دیگر فقہی مسالک مثلاً مالکی اور شافعی فقہ سے بھی تعارض کیا گیا ہے، اور اس سلسلہ میں راجح وغیر

راجح اقوال کا تتبع کیا گیا ہے، بیروت (لبنان) سے کتاب کے متعدد نسخے شائع ہو چکے ہیں۔
مصنف رحمہ اللہ کی ایک اور مایۂ ناز تالیف ''الإسعاف فی أحکام الأوقاف'' بھی مطبوعہ شکل میں کتب خانوں میں بآسانی میسر ہے۔ [1]

## (9)......مخزنُ الفقة

''مخزنُ الفقة'' فقہ حنفی کے مشہور امام ''موسیٰ بن موسیٰ الأماسی'' (المتوفی: 936ھ) کی تحریر کردہ ہے، جو کہ ''موسیٰ اَماسی'' کے نام سے مشہور ہیں، فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ وقت کے امام تفسیر، حدیث، تصوف، علومِ عقلیہ اور ادب میں بھی یدِ طولیٰ رکھتے تھے، ''حافظُ الکتب'' کے لقب سے مشہور تھے۔

مصنف رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''مخزنُ الفقة'' میں فقہ حنفی کے دس مشہور متون کو مکررات کے حذف کے ساتھ نہایت عمدہ ترتیب اور اسلوب کے ساتھ جمع فرمایا ہے، اور ہر کتاب کی طرف اشارہ کرنے کے لیے مختلف قسم کے رموز اور اشارات استعمال فرمائے ہیں۔

چنانچہ مجمعُ البحرین کی طرف اشارہ کرنے کے لیے ''میم'' اور المختار کے لیے ''خاء'' کنزُ الدقائق کے لیے ''زاء'' النقایة کے لیے ''نون'' دررُ الحکام کے لیے ''الف'' لطائف الإشارات کے لیے ''لام'' الکافی کے لیے ''فاء'' الوقایة کے لیے ''قاف'' اور الهدایة کے لیے ''هاء'' کو بطورِ رمز و اشارہ کے استعمال فرمایا۔

---

[1] هو إبراهيم بن موسى بن أبي بكر، برهان الدين، الطرابلسي الحنفي .فقيه حنفي .ولد في طرابلس الشام، وأخذ بدمشق عن جماعة، وانتقل إلى القاهرة وتوفي بها .من تصانيفه: " الإسعاف فی أحكام الأوقاف، و "مواهب الرحمن فی مذهب النعمان "ثم شرحه وسماه البرهان (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٨، ص ٣٤١، تحت الترجمة: ابراهيم الطرابلسی، 843 هـ الی 922هـ)

مواهب الرحمن، فی مذهب النعمان لإبراهيم بن موسى الطرابلسی، نزيل القاهرة .المتوفی: سنة 922، اثنتين وعشرين وتسعمائة، فی ذی القعدة.ثم شرحه.وسمَّاه: (البرهان) ..........قال: وقد صنفت هذا الكتاب على نحو القاعدة التی اخترعها صاحب (مجمع البحرين) وهو: فی مجلدين (كشف الظنون، ج٢، ص ١٨٩٥، حرف الميم)

(مواهب الرحمن فی مذهب أبی حنيفة النعمان) هو أحد المتون فی الفقه الحنفی ، ألفه الشيخ برهان الدين إبراهيم الطرابلسی، المتوفیٰ ٩٢٢ هـ، مقتفياً أثر أصحاب المتون المعتبرة .......... (مقدمة مواهب الرحمن، للدكتور يعلی قحطان الدوری، ص ٧٥)

www.idaraghufran.org

اس لحاظ سے یہ کتاب فقہ حنفی کے مذکورہ دس متون کے مکررات کے حذف کے ساتھ ایک جامع متن ہے، کتاب مطبوعہ شکل بآسانی دستیاب ہے۔ [1]

یہاں تک تو ان کتب کا ذکر کیا گیا کہ جن میں فقہ حنفی کی امہاتُ الکتب، متونِ معتمدہ وغیرہا ذالک کے مسائل اور فقہی جزئیات کو مختصر انداز میں متون کی طرز پر جمع کر دیا گیا ہے، اسی وجہ سے ان کتب کو ''جامع متون'' کہا جاتا ہے، یہ کتب اگرچہ بہت ہیں، مگر ماقبل میں صرف چند ایک مشہور ومعروف مگر متداول کتب کا ہی ذکر کیا گیا، لیکن کیونکہ ان متون کو بھی متاخرین علماء ہی نے تالیف فرمایا، اور یہ متون بھی باقی متون کی طرح مشہور ومعروف اور علماء وفقہاء میں متداول ہیں، جن کے کتب میں حوالے باکثرت ملتے ہیں، اور فقہاء وعلماء ان سے علمی اعتناء بھی برتتے ہیں، اس لیے ان متون کو بھی فقہ حنفی میں ایک خاص مقام حاصل ہے، اگرچہ ان کو اُس شمار میں نہیں لایا گیا کہ جن میں متونِ معتمدہ کو شمار کیا گیا، لیکن افادیت اپنی جگہ قائم ہے۔

تاہم ان متون کے علاوہ کچھ دیگر مختصر متون بھی ہیں کہ جن کو بھی ان ہی ادوار کے علماء وفقہاء نے

---

[1] كان رحمه الله تعالى حافظا للكتب فى جامع السلطان بايزيدخان ببلدة اماسيه ولهذا اشتهر بين الانام بحافظ الكتب قرا ببلاده على علماء عصره ثم ارتحل الى بلاد العجم وقرأ على علمائها ايضا ثم ارتحل الى بلادالعرب وقرا على علمائها ايضا ثم حج وأتى بلادالروم واتصل بخدمة المولى الفاضل افضل زاده ثم سلك مسلك التصوف وحصل منه حظا عظيما ثم تقاعد فى بلدة اماسيه ليقرىء الطلبة ويفتى الناس ويعلم الصبيان وكان من بركات الله تعالى فى أرضه وكان سليم الطبع حليم النفس متواضعا متخشعا متدينا متورعا صحيح العقيدة مرضى السيرة لذيذ الصحبة محبا للخير وكان له حظ من العلوم كلها سيما التفسير والحديث وكان له حظ وافر من العلوم العقلية والادبية وكانت له يد طولى فى الاصول والفقه وكان الفقه نصب عينه قلما يوجد من يستحضره مثله وصنف كتابا فى الفقه جمع فيه متونا عشرة من المتون المشهورة وحذف مكرراتها واختار فى ترتيبه طريقا حسنا وسماه بمخزن الفقه وكتب بعباراته شرحا بلغ ثلاثين كراسا بخطه الدقيق روح الله روحه (الشقائق النعمانية فى علماء الدولة العثمانية، للطاش كبرى زاده، ص ٢٥٢)

مخزن الفقه فى فروع الحنفية: للشيخ، مصلح الدين: موسى بن موسى الآماسى، المعروف: بخازن الكتب.المتوفى: سنة .938. جمع: عشرة من المتون .وأشار باسم الكتاب إلى مآخذه.فالميم: (للمجمع) .والخاء: (للمختار) .والزاى: (للكنز) .والنون: (للنقاية) .والألف، واللام: (للدرر، ولطائف الإشارات) .والفاء: (للكافى) .والقاف: (للوقاية) .والهاء: (للهداية) .وعدد مسائله: تسعة آلاف، ومائتان، وثمان وستون مسألة .وقال فى ديباجته: إن المفتى فى الروم، أشار إلى جمعه، من قبل السلطان: بايزيد خان.ثم كتب (لعباداته) شرحا، بلغ: ثلاثين كراسة، بخطه الدقيق.واختار: فى ترتيبه طريقا حسنا (كشف الظنون، ج٢، ص ١٦٣٩، حرف الميم)

www.idaraghufran.org

تالیف کیا، اور یہ متون فقہ کے تمام ابواب کے بجائے صرف چند ایک ابواب کا احاطہ کیے ہوئے ہیں، جیسا کہ طہارت اور عبادات وغیرہ کے ابواب۔

اور ان میں صاحبِ فتح القدیر علامہ ابن ہمام (المتوفیٰ: 861ھ) کی ''زادُ الفقیر'' ہے، جو کہ عبادات کے باب میں مقدمہ کی حیثیت رکھتی ہے، جس کی متعدد شروحات لکھی گئی، جن میں ایک شرح علامہ تمرتاشی رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 1004ھ) کی بھی شامل ہے۔ [۱]

اس کے علاوہ مشہور حنفی فقیہ علامہ سدید الدین کاشغری (المتوفیٰ: 705ھ) کی ''منیةُ المصلی وغنیة المبتدی'' ہے، مصنف رحمہ اللہ اس کتاب میں صرف ان مسائل کو جمع کیا ہے جو طہارت اور نماز سے متعلق ہیں، فقہ حنفی کی معتبر ترین کتب میں سے ہے، اسی وجہ سے کئی جبال العلم علماء وفقہاء نے اس پر تشریحی و تعلیقی کام کیا ہے، جن میں سے ایک مشہور شرح ''غنیة المتملی فی شرح منیة المصلی'' ہے، جس کو ''حلبی کبیر'' کے نام سے بھی جانا جاتا ہے، جو کہ علامہ ابراہیم بن محمد حلبی (المتوفیٰ: 956ھ) کی تالیف کردہ ہے۔ [۲]

اور اسی طرح علامہ حسن بن عمار الشرنبلالی (المتوفیٰ: 1069ھ) کی تالیف کردہ ایک مشہور کتاب ''نورُ الایضاح'' بھی ہے، یہ بھی طہارت اور عبادات پر مشتمل فقہ حنفی کی ایک مختصر مگر جامع کتاب ہے، اور اس کتاب میں لازمی وضروری مسائل کا اجمالی ذکر کردیا گیا ہے، علامہ شرنبلالی رحمہ اللہ نے پھر خود ہی اس کتاب کی شرح ''مراقی الفلاح شرح متن نور الإیضاح'' کے نام سے بھی تالیف فرمائی، یہ دونوں کتب اہلِ علم حضرات میں مشہور ومتداول ہیں، اس کے علاوہ اور بہت سے حضرات نے اس پر حاشیہ کا کام کیا۔ [۳] (جاری ہے............)

---

[۱] زاد الفقیر، مختصر. فی فروع الحنفیة .لکمال الدین، محمد بن عبد الواحد، المعروف: بابن الهمام.المتوفی: سنة 861، إحدی وستین وثمانمائة ............ وشرحه أیضا: محمد بن عبد الله التمرطاشی، صاحب: (تنویر الأبصار) (کشف الظنون، ج۲، ص ۹۴۵، حرف الزاء)

[۲] منیة المصلی، وغنیة المبتدی: للشیخ، الإمام، سدید الدین، الکاشغری......وهو: کتاب معروف، متداول بین الحنفیة......ثم إن الشیخ: إبراهیم بن محمد الحلبی ألف شرحا جامعا، کبیرا.فی مجلد.سماه:(غنیة المتملی) فأقبل علیه الناس، وتلقاه الفضلاء بالقبول (کشف الظنون، ج،۲، ص ۱۸۸٦، حرف المیم)

[۳] نور الإیضاح. مقدمة .للشرنبلالی.ثم شرحها.وسمّاه: (إمداد الفتاح، شرح نور الإیضاح، ونجاة الأرواح) وهو: حسن بن عمار (کشف الظنون، ج۲، ص ۱۹۸۲، حرف النون)

www.idaraghufran.org

**تذکرۂ اولیاء** حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (قسط63) مولانا محمد ریحان

اولیاءِ کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

## عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں آمدورفت اور رہائشی آزادی

بعض حضرات کو یہ شبہ پیش آسکتا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ خیبر کو سرزمینِ عرب سے نہیں نکالا، بلکہ ان کے ساتھ زمینی معاہدہ بھی کیا، تو حضرت عمر نے انہیں کس بناء پر اور کس حیثیت سے عرب سے نکالا؟ تو سب سے پہلے یہ بات ملحوظ رہے کہ اہلِ خیبر وغیرہ کو اگر چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جزیہ دے کر خیبر میں رہنے کی اجازت دی تھی، مگر دیگر روایات میں اس بات کا بھی ذکر ملتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جزیرۂ عرب میں دو دین جمع نہیں ہوں گے۔ [1]

اور دیگر روایات میں مشرکین اور یہود و نصاریٰ کے عرب سے نکالے جانے کا ذکر اور حکم ہے۔

تو اول تو عرب میں اگر چہ غیر مسلم اور یہود و نصاریٰ رہ سکتے ہیں، تاہم انہیں عرب کی سرزمین میں وطن بنانے سے منع کیا گیا تھا، اور اہلِ خیبر کے ساتھ معاملہ بھی صرف اس حد تک تھا کہ وہ زمینیں مسلمانوں کی ہوں، اور یہود محض وہاں ایک مزدور کی حیثیت سے کام کریں گے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا بھی علم تھا کہ قریب ہی یہود و نصاریٰ عرب میں رہ کر اسے محض جائے سکونت نہیں، بلکہ جائے توطن بھی بنائیں گے۔ تو اسی بناء پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آئندہ عرب سے نکالنے کا ارادہ فرمایا تھا۔

اور مزید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں یہود نے جو حرکت کی اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس بات کا یقین ہوگیا تھا کہ جس وجہ کے تحت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو عرب سے نکالنے کا ارادہ فرمایا تھا، وہ وجہ آج پوری ہوتی نظر آئی ہے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں محض کام

---

[1] حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ: وَحَدَّثَنِي صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ آخِرُ مَا عَهِدَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ قَالَ " لَا يُتْرَكُ بِجَزِيرَةِ الْعَرَبِ دِينَانِ (مسند احمد ج۴۳ ص ۳۷۱ رقم الحديث ۲۶۳۵۲)

قال شعيب الأرنؤوط: صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن من أجل ابن إسحاق، وهو محمد، وقد صرح بالتحديث عن صالح بن كَيْسان، وبقية رجاله ثقات رجال الشيخين (حاشية مسند احمد)

کرنے والوں کی حیثیت سے جزیہ کے بدلہ ان کی اپنی زمینوں میں رہنے کی اجازت دی تھی، مگر اب وہ سر چڑھ کے بولنے لگے تھے۔

چنانچہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر ایک تقریر کے دوران میں کہا کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے یہودیوں سے ان کے مالوں کی بابت ایک معاملہ کیا تھا اور فرمایا تھا کہ جب تک اللہ تم کو قائم رکھے گا ہم بھی تم کو قائم رکھیں گے اور یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اپنی جائیداد پر گئے تھے، جہاں ان پر شب کے وقت ظلم کیا گیا اور ان کے ہاتھ پاؤں توڑ دیئے گئے، انہوں نے کہا ان یہودیوں کے علاوہ کوئی ہمارا دشمن وہاں نہیں ہے ہمارا شبہ انہیں پر ہے اور اب میں ان کو جلاوطن کر دینا مناسب سمجھتا ہوں، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بات کا مضبوط ارادہ کر لیا، تو ابو حقیق یہودی کے خاندان میں سے ایک آدمی آیا اور کہا کہ امیر المومنین آپ ہم کو نکال رہے ہیں، حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں برقرار رکھا اور یہاں کی جائیداد کی بابت ہم سے معاملہ کیا اور اس بات کی ہمارے لیے شرط کر دی تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم یہ سمجھ رہے ہو کہ میں حضور کا یہ قول بھول گیا جو تجھ سے فرمایا گیا تیرا کیا حال ہوگا جب تو خیبر سے نکالا جائے گا تیرا اونٹ تجھے لیے راتوں رات پھرے گا، اس نے کہا یہ تو ابو القاسم کا مذاق تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ کے دشمن تو جھوٹ بولتا ہے پھر اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نکال دیا (بخاری) [1]

---

[1] عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: لَمَّا فَدَعَ أَهْلُ خَيْبَرَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ، قَامَ عُمَرُ خَطِيبًا، فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَامَلَ يَهُودَ خَيْبَرَ عَلَى أَمْوَالِهِمْ، وَقَالَ: نُقِرُّكُمْ مَا أَقَرَّكُمُ اللَّهُ وَإِنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ خَرَجَ إِلَى مَالِهِ هُنَاكَ، فَعُدِيَ عَلَيْهِ مِنَ اللَّيْلِ، فَفُدِعَتْ يَدَاهُ وَرِجْلاَهُ، وَلَيْسَ لَنَا هُنَاكَ عَدُوٌّ غَيْرَهُمْ، هُمْ عَدُوُّنَا وَتُهْمَتُنَا وَقَدْ رَأَيْتُ إِجْلاَئَهُمْ، فَلَمَّا أَجْمَعَ عُمَرُ عَلَى ذَلِكَ أَتَاهُ أَحَدُ بَنِي أَبِي الحُقَيْقِ، فَقَالَ: يَا أَمِيرَ المُؤْمِنِينَ، أَتُخْرِجُنَا وَقَدْ أَقَرَّنَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَعَامَلَنَا عَلَى الأَمْوَالِ وَشَرَطَ ذَلِكَ لَنَا، فَقَالَ عُمَرُ: أَظَنَنْتَ أَنِّي نَسِيتُ قَوْلَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَيْفَ بِكَ إِذَا أُخْرِجْتَ مِنْ خَيْبَرَ تَعْدُو بِكَ قَلُوصُكَ لَيْلَةً بَعْدَ لَيْلَةٍ فَقَالَ: كَانَتْ هَذِهِ هُزَيْلَةً مِنْ أَبِي القَاسِمِ، قَالَ: كَذَبْتَ يَا عَدُوَّ اللَّهِ، فَأَجْلاَهُمْ عُمَرُ (صحیح البخاری ج۳ص ۱۹۲ رقم الحدیث ۲۷۳۰ کتاب الشروط، باب إذا اشترط فی المزارعة إذا شئت أخرجتک)

اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کے خیبر میں واقعہ کے بعد اس بات کا یقین ہو گیا تھا کہ یہود اب یہاں اپنا وطن بنا رہے ہیں اور مسلمانوں کے خلاف انہوں نے سر اٹھانا شروع کر دیا ہے۔ اس وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اور اس کی وجہ کے تحت انہیں جزیرۂ عرب سے بدر کیا۔ [1]

[1] وكان سبب إجلائهم أربعة أمور: منها ما ثبت في الصحيح، ومنها ما ثبت في غيره، فالذى ثبت فى الصحيحين أنهم فدعوا عبد الله بن عمر كان عندهم فألقوه من ظهر بيت ففدعوه.... فقال عمر رضى الله عنه: ليس لنا عدو هنالک إلا اليهود، وإنى سأجليهم؛ لأنه رأى أن اعتدائهم على ابن الخليفة يعنيک اعتدائهم على الإسلام وتحديًا للمسلمين (فتح ذى الجلال والاكرام بشرح بلوغ المرام ج۴ص۲۳۷ باب المساقاة،حكم المساقاة)

على كل حال: نحن نقول: إن صحت هذه الأسباب الأربعة فهى أسباب، وإن لم تصح فيكفى السبب الأول الثابت فى الصحيح وهو فدع عبد الله بن عمر، فكان فى ذلک إذلال للمسلمين عمومًا، فأجلاهم عمر .
(فتح ذى الجلال والاكرام بشرح بلوغ المرام ج۴ص۲۳۷ باب المساقاة،حكم المساقاة)

فإن قال قائل: يرد على هذا أن النَّبىّ صلى الله عليه وسلم عامل أهل خيبر بشطر ما يخرج منها من ثمر أو زرع وأقره ولم يجلهم إلا عمر بن الخطاب لسبب من الأسباب؟

فالجواب أن نقول: إن إقامة اليهود والنصارى فى الجزيرة على نوعين:

النوع الأول: على وجه الإذلال وأنهم عمال من جملة العاملين، فهذا لا بأس به لكن بشرط أن نأمن شرهم فإنه لا يجوز أن يبقوا .والثانى: إقامة استيطان فهذا هو الذى منع منه الرسول صلى الله عليه وسلم وأمر بإخراجهم، بقاء اليهود فى خيبر من النوع الأول، فلهذا قال النَّبىّ صلى الله عليه وسلم فى العقد الَّذى جرى بينهم: " نقركم على ذلک ما شئنا "ولما استغنى المسلمون عنهم فى عهد عمر رضى الله عنه ولما حصل منهم من الغدر أجلاهم إلى أذرعات فى الشام وإلى مواطن أخرى.

فالحاصل أن نقول: إن المراد استيطان اليهود والنصارى والمشركين فى المدينة هذا ممنوع ويجب على ولى الأمر منعه؛ لأنهم إذا استوطنوا سوف يطالبون بطلب المواطن من المدارس والمعابد وغيرها من الحقوق لا سيما الدين وهذا يوجب إشكالاً كبيرًا؛ لأنهم إما أن يجابوا فيجتمع دينان فى جزيرة العرب، وإما ألَّا يجابوا فيحصل منهم شر وبلاء؛ لهذا يمنع استيطان اليهود والنصارى والمشركين فى الجزيرة مطلقًا بأى حال من الأحوال، أما بقاؤهم بأنهم عمال فهذا لا بأس به ما لم يؤد إلى شر وفساد فإن خيف شرهم وفسادهم فإنهم لا يمكَّنون من البقاء مطلقًا، يعنى: لو أنهم بقوا على أنهم عمال ولكنهم يصنعون الخمر ويسوقونها عند الناس خفاء أو علنًا، أو يظهرون الصليب على صدورهم أو فى سياراتهم فهؤلاء لا شک أنهم معتدون فيجب ردعهم أو ترحيلهم .وقوله: " حتَّى لا أدع إلا مسلمًا "فيه دليل على أنه يجب أن يخلص الدين فى هذه الجزيرة على دين الإسلام .(فتح ذى الجلال والاكرام بشرح بلوغ المرام ج۵ ص۴۰۵ كتاب الجهاد،إخراج اليهود والنصارى من جزيرة العرب:)

پیارے بچو!	مولانا محمد ریحان

# بوڑھے دادا جی

پیارے بچو!ایک بوڑھا شخص اپنے بچے اور بہو کے ساتھ رہا کرتا تھا۔اس کا ایک چار سال کا پوتا بھی تھا۔اس بوڑھے شخص کے ہاتھ پاؤں کمزور ہو چکے تھے۔کوئی چیز پکڑتے ہوئے اس کے ہاتھ کپکپاتے تھے۔چلتے ہوئے اس کے قدم لڑکھڑاتے تھے۔اس کی نظر بھی کمزور ہو چکی تھی۔شام کے وقت اس کا پورا گھرانہ ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتا تھا۔لیکن اس بوڑھے شخص کے لیے مشکل یہ تھی کہ اس کے کمزور ہاتھوں اور کمزور نظر کی وجہ سے اس سے کھانا نہ کھایا جاتا تھا۔اکثر نوالہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر جاتا۔ناشتہ میں بھی اکثر اس کے ہاتھ سے دودھ کا گلاس چھوٹ کر دسترخوان پر گر جاتا تھا۔جس سے سارا دسترخوان اور چادریں خراب ہو جاتی تھیں۔

اس بوڑھے شخص کا بیٹا اور اس کی بہو اس کے اس طرزِ عمل سے بہت پریشان تھے۔آئے دن کھانے پر اس طرح دسترخوان اور زمین کا خراب ہونا انہیں بالکل بھی اچھا نہیں لگتا تھا۔ایک دن اس کے بیٹے نے کہا:

”ہمیں اپنے بوڑھے باپ کا کچھ نہ کچھ تو کرنا پڑے گا۔ان کا دودھ گرانا، زور زور کی آواز سے کھانا، اور زمین پر کھانا گرانے سے ہم پریشان ہو چکے ہیں۔“

اس طرح بیٹے اور اس کی بیوی نے یہ فیصلہ کیا کہ بوڑھے باپ کا گھر کے ایک کونے میں الگ سے چھوٹا ٹیبل لگا دیا کریں، جہاں وہ اکیلے بیٹھ کر کھانا کھایا کریں، اور ان کی اس طرح کی حرکتوں سے ہمیں پریشانی نہ ہو۔

وہاں گھر کے کونے میں اکیلے الگ تھلگ بیٹھ کر بوڑھے دادا تنِ تنہا علیحدہ کھانا کھاتے، اور گھر کے باقی سارے افراد ایک جگہ بیٹھ کر مزے سے اپنا کھانا کھاتے۔پہلے ہی دادا نے کافی سارے برتن اس طرح توڑ دیئے تھے، اس لیے اب دادا کا بیٹا اور ان کی بہو نے ان کے لیے سٹیل کے برتن رکھ دیئے۔ان کے ذہن میں یہ تھا کہ اب یہ چاہے تو برتن گرائیں، یا توڑیں، اپنا علیحدہ جو مرضی کرتے

رہیں،ہمیں ان سے پریشانی نہ ہوگی۔

جب کبھی دادا کا بیٹا اور ان کی بہو ان کی طرف دیکھتے،تو دادا کی آنکھوں میں آنسو آجاتے۔وہ بیچارے ہمیشہ اکیلے بیٹھے رہتے،کوئی انہیں نہ پوچھتا۔اب بھی ان کے بیٹے اوران کی بہو کا رویہ ان سے تبدیل نہ ہوا۔اب جب علیحدہ اوراکیلے بیٹھنے کے بعد بھی ان سے کوئی برتن گرجاتا،یا کھانا غلطی سے زمین پر گرجاتا،تو بیٹا اور بہو اسی طرح ان پر جملے کستے۔اورانہیں برا بھلا کہتے ہوئے وہاں سے گزرجاتے تھے۔دادا کا چارسالہ پوتا یہ سب کچھ خاموشی سے دیکھتا رہتا،اور چپ رہ کر سوچوں میں گم رہتا تھا۔

ایک شام دادا کے بیٹے نے دیکھا کہ اس کا بیٹا سٹیل کے بنے کھلونوں سے کھیل رہا تھا۔اس نے بڑے نرم انداز سے اپنے بیٹے سے پوچھا:

”آپ کیا بنارہے ہو؟“

بیٹے نے اسی طرح نرم انداز میں جواب دیا:

”میں آپ کے اوراپنی امی کے لیے برتن بنارہا ہوں،جس میں آپ اس وقت کھانا کھائیں گے،جب آپ بوڑھے ہوجائیں گے۔“

چارسالہ بچے نے بس اتنی بات کی اور پھر سے اپنے کھیل کی طرف متوجہ ہوگیا۔اس بچے کے یہ الفاظ ماں باپ کے دماغ میں اتنے پیوست ہوگئے،کہ وہ کچھ بھی نہ کہہ سکے۔کچھ دیر بعد ماں باپ کی آنکھوں میں بھی آنسو آگئے۔پھراسی رات دادا کے بیٹے نے اپنے باپ کا ہاتھ پکڑا،اورآرام سے انہیں اپنے دسترخوان پر لے آئے۔اس دن کے بعد آج تک وہ ہر روز کھانا اسی طرح مل بیٹھ کر کھاتے ہیں۔اور یہ بھی کہ اس دن کے بعد بیٹے اور بہو دونوں میں سے کسی نے بھی برانہیں منایا جب بھی دادا کے ہاتھ سے پلیٹ چھوٹ جاتی،یا کھانا زمین پر گرجاتا۔

پیارے بچو!ماں باپ اور خاص طور پر بڑے جیسے دادا،دادی وغیرہ جب بوڑھے ہوجاتے ہیں،تو وہ بالکل اس طرح کمزور ہوجاتے ہیں،جس طرح ایک چھوٹا بچہ ہوتا ہے۔اس لیے ان کی باتوں کا اور ان سے ہوجانے والی غلطیوں کا برانہیں منانا چاہیے۔

**بزمِ خواتین** (عورت کا تقدس اور حقوقِ نسواں کا فریب: قسط51) مفتی طلحہ مدثر

# وراثت میں خواتین کے حقوق واختیارات (تیسرا حصہ)

معزز خواتین! میراث کے حوالے سے معاشرے میں پائی جانے والی بے اعتدالیوں کی ایک جھلک بیان ہوچکی ہے، میراث میں دوسرے وارثین کا حق دبانے اور مختلف طرح کے حیلے بہانے اختیار کر کے میراث کا مال بٹورنے اور دوسروں کے حصے پر قابض ہونے کے حوالے سے بھی تفصیل بیان ہوئی۔

اب شریعت اور اسلام میں میراث کے بارے میں کیا ہدایات ہیں، اور میراث میں خصوصاً خواتین کے کیا حقوق ہیں، وہ ملاحظہ فرمائیں۔

## ترکہ اور میراث کا معنیٰ

سب سے پہلے یہ واضح کر دینا ضروری ہے، کہ ترکہ، میراث یا وراثت سے کیا مراد ہے، کیوں کہ ہمارے یہاں اس حوالے سے بہت غلط فہمی پائی جاتی ہے، چنانچہ یہ واضح رہے، کہ:

''ترکہ یا میراث سے مراد ہر وہ چیز ہے، جو بوقتِ وفات مرحوم کی ملکیت میں ہو، اور خاص اس چیز کی ذات میں کسی دوسرے شخص کا حق وابستہ نہ ہو''

بہت سی ایسی چیزیں ہیں، جن کو ہم معمولی یا کم قیمت سمجھ کر ترکہ میں شامل نہیں کرتے، حالانکہ شرعاً وہ بھی مرحوم کے ترکہ کا حصہ ہوتی ہیں، اور سب ورثاء اس میں شریک ہوتے ہیں، چنانچہ جب بھی کسی شخص کی وفات ہوتی ہے، تو بوقت وفات اس کی ملکیت میں موجود سونا، چاندی، کرنسی (روپیہ، ریال، ڈالر وغیرہ)، جائداد، گھر، دوکان، مال تجارت، استعمالی وغیر استعمالی، کپڑے، جوتے، موٹر سائیکل، گاڑی، موبائل، گھریلو فرنیچر، اور دیگر روزمرہ کی ضروریات کی چیزیں وغیرہ، غرض ہر چیز شرعاً مرحوم کا ترکہ کہلاتی ہے، جس میں تمام وارث اپنے شرعی حصہ کے بقدر شریک ہوتے ہیں، اس لیے وراثت کی تقسیم کے وقت اس نکتہ کو ملحوظ رکھنا چاہیے، کہ ترکہ میں کون کون سی اشیاء شامل کی

جارہی ہیں، لاعلمی یا غفلت کی بنا پر کوئی چھوٹی موٹی چیز بھی ترکہ میں شامل ہونے سے رہنی نہیں چاہیے۔

## ترکہ سے متعلق شرعی حقوق

ترکہ سے متعدد حقوق وابستہ ہیں، اور سورہ نساء کی آیت نمبر۱۲ کے پیشِ نظر امت کا اس بات پر اتفاق ہے، کہ یہ تمام حقوق ایک درجہ کے نہیں ہیں، بلکہ کچھ حقوق قوی ہیں، اور وہ دوسرے حقوق سے پہلے ادا کرنا ضروری ہے۔

ترکہ سے متعلق عموماً یہ بھی غلط فہمی پائی جاتی ہے، کہ ترکہ کا بس ایک ہی مصرف ہے اور سارا ترکہ ورثاء میں ہی تقسیم ہوگا، جبکہ ورثاء میں تقسیم کا معاملہ سب سے اخیر میں آتا ہے، اس سے پہلے ترکہ سے دیگر حقوق کی ادائیگی کرنا ضروری ہے، ذیل میں ترکہ سے متعلق بنیادی حقوق کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

## میت کی تجہیز و تکفین

ترکہ سے سب سے پہلے میت کے کفن دفن، کے مسنون اخراجات ادا کیے جائیں گے، مثلاً کفن کی قیمت، قبر کھودنے وغیرہ کی اجرت، ہمارے یہاں شہروں میں اس پر کافی پیسہ لگتا ہے، ایک صاحب کو بقول ”غریب آدمی کے لیے شہر میں مرنا بھی آسان نہیں ہے“، جہاں زندوں کے لیے جگہ کم پڑنے لگے، وہاں مردوں کے لیے جگہ کی گنجائش پیدا کرنا ویسے بھی مشکل کام ہے، بہر حال کفن ،دفن کے اخراجات ترکہ سے نکالے جائیں گے، الا یہ کہ کوئی دوسرا شخص خواہ وارث ہو، یا غیر وارث اپنی ذاتی رقم سے یہ اخراجات ادا کردے، تو ترکہ سے یہ اخراجات نکالنے کی ضرورت نہیں ہے، اسی طرح فقہ حنفی کے مطابق فوت ہونے والی بیوی کے کفن دفن کے اخراجات اس کے شوہر کے ذمہ ہیں، بیوی کے ترکہ سے یہ اخراجات نہیں نکالے جائیں گے۔

## قرض کی ادائیگی

ترکہ سے کفن دفن کے مسنون اخراجات نکالنے کے بعد، ترکہ سے متعلق دوسرا حق یہ ہے، کہ میت

کے قرض کی ادائیگی کی جائے، حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:" نفس المؤمن معلقة ما كان عليه دين"(مسند احمد، ۹۶۷۹)

ترجمہ: جب تک آدمی کے ذمہ قرض ہو،اس کی جان لٹکی رہتی ہے (مسند احمد)

اس لیے آخرت میں مرحوم کی جان خلاصی کے لیے ضروری ہے، کہ اس کا قرض ادا کیا جائے، اگرتو ترکہ سے قرض ادا کرنا ممکن ہو، تو پہلے قرض ادا کیا جائے گا، پھر باقی حقوق ادا کیے جائیں گے، اگرچہ قرض ادا کرنے کی صورت میں سارا ترکہ ہی ختم کیوں نہ ہوجائے، پھر بعض فقہاء کے نزدیک قرض سے مراد صرف حقوق العباد ہیں، مثلاً کسی سے قرض حسنہ لیا تھا، یا کسی چیز کی قیمت ادا کرنا باقی تھی، یا بیوی کا حق مہر ادا کرنا باقی تھا وغیرہ، تو اس جیسے قرض کی ادائیگی ترکہ سے کی جائے گی، باقی اگر حقوق اللہ ذمہ میں باقی تھے، مثلاً زکاۃ، صدقہ فطر، روزے کا کفارہ وغیرہ باقی تھا، تو وہ ترکہ سے نہیں نکالا جائے گا، لیکن فوت ہونے والے شخص کے ذمہ اس طرح کے قرض کی وصیت کرنا ضروری ہوگا، اور اس پر وصیت کے احکام جاری ہوں گے، جبکہ بہت سے علماء کے نزدیک جیسے لوگوں کے قرض کی ادائیگی ترکہ سے کی جاتی ہے، ویسے ہی واجب الاداء زکاۃ ،صدقات وغیرہ کی ادائیگی بھی ترکہ سے ہی کی جائے گی۔

## وصیت کی تنفیذ

قرض کی ادائیگی کے بعد جو ترکہ بچ جائے گا، اس کے ایک تہائی تک وصیت کو پورا کیا جائے، لیکن یہ واضح رہے، وصیت وارث کے حق میں نہیں کی جاسکتی، کیونکہ اس کا حصہ اللہ تعالیٰ نے مقرر کردیا ہے، اب اس کے لیے مزید وصیت کرنے کا مطلب باقی ورثاء کے حصہ میں کمی ہے، اسی طرح کسی ناجائز کام کی وصیت بھی نہیں کی جاسکتی۔

## ورثاء میں تقسیم

مندرجہ بالا حقوق اسی ترتیب سے ادا کرنے کے بعد جو ترکہ باقی بچے وہ ورثاء میں ان کے شرعی حصوں کے بقدر تقسیم ہوگا۔

(جاری ہے............)

www.idaraghufran.org

## ہر طرح کی بیماری سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے ایک جامع دعاء

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

**عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ:مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يَعُودُ مَرِيضًا لَمْ يَحْضُرْ أَجَلُهُ فَيَقُولُ سَبْعَ مَرَّاتٍ: أَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَظِيمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ أَنْ يَّشْفِيَكَ إِلَّا عُوفِيَ.**

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان بندہ بھی کسی ایسے بیمار کی عیادت کرے کہ جس کی موت کا وقت ابھی نہ آیا ہو، اور پھر سات باریوں کہے کہ:

**”أَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَظِيمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ أَنْ يَّشْفِيَكَ“**

یعنی ”میں اللہ بزرگ و برتر اور عرش عظیم کے رب سے سوال کرتا ہوں کہ وہ آپ کو شفاء عطا کرے“۔

تو (اس دعاء کے پڑھنے سے) وہ مریض تندرست ہو جاتا ہے۔

(سنن الترمذی، حدیث نمبر 2083، حدیث صحیح)

اس حدیث میں مریض کی عیادت کرتے وقت ایک انتہائی جامع دعاء کے پڑھنے کی تلقین کی گئی ہے، اور بتایا گیا ہے کہ اس دعاء کے پڑھنے سے ہر طرح کا مرض دور ہو جاتا ہے، سوائے موت کے۔

www.idaraghufran.org

# غصہ کو کیسے دور کیا جائے!

حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

اِسْتَبَّ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَعَلَ أَحَدُهُمَا يَغْضَبُ وَيَحْمَرُّ وَجْهُهُ، فَنَظَرَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ إِنِّي لَأَعْلَمُ كَلِمَةً لَوْ قَالَهَا لَذَهَبَ ذَا عَنْهُ: أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ.

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو آدمیوں نے آپس میں ایک دوسرے کو گالی دی، ان میں سے ایک آدمی کی آنکھیں سرخ ہو گئیں، اور اس کی گردن کی رگیں پھول گئیں، رسول اللہ نے فرمایا کہ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر یہ آدمی اسے کہہ لے تو اس سے (یہ غصہ) جاتا رہے (وہ کلمہ یہ ہے) أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ.

(مسلم، حدیث نمبر 2610"110")

اور حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی غصہ کے وقت اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم پڑھ لے، تو اس کا غصہ چلا جائے گا۔

(المعجم الصغیر للطبرانی، حدیث نمبر 1021)

معلوم ہوا کہ جب بھی غصہ آئے، تو فوراً اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم پڑھ لینا چاہیے۔

## غصہ کو دور کرنے کے چند مزید طریقے

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

**ترجمہ:** یاد رکھو کہ غصہ بنی آدم کے دل میں ایک سلگتی ہوئی چنگاری ہے، کیا تم غصہ میں مبتلا انسان کی آنکھوں کی سرخی اور اس کی رگوں کے پھولنے کو نہیں دیکھتے۔

پس جب تم میں سے کوئی غصہ کو محسوس کرے، تو اسے چاہئے کہ وہ زمین کے جتنا ممکن ہو قریب ہو جائے (یعنی کھڑا ہوا ہو تو بیٹھ جائے؛ اور بیٹھا ہوا ہو تو لیٹ جائے)

(سنن الترمذی، حدیث نمبر 2191)

اور حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

**ترجمہ:** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے، اور وہ کھڑا ہوا ہو، تو اسے چاہئے کہ وہ بیٹھ جائے، اگر غصہ چلا جائے تو ٹھیک ہے، ورنہ اسے چاہئے کہ لیٹ جائے (ابوداؤد، حدیث نمبر 4782)

اور ایک حدیث میں غصہ کے وقت وضو کرنے کا حکم آیا ہے، اور اس کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ غصہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے، اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے، اور آگ کو پانی سے بجھایا جاتا ہے، اور اسی طرح ایک حدیث میں غصہ کے وقت خاموش رہنا بھی بطور علاج ذکر کیا گیا ہے۔

اور یاد رہے کہ غصہ کی جو برائی شریعت نے بیان کی ہے، وہ غصہ استعمال کرنے اور غصہ کے تقاضہ پر عمل کرنے کی صورت میں ہے۔

## بُرائی کا جواب اچھائی سے دینے کا حکم اور وساوس سے بچنے کا قرآنی نسخہ

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِیْ
بَیْنَکَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ کَأَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ .
وَمَا یُلَقَّاهَا إِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَمَا یُلَقَّاهَا إِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ.
وَإِمَّا یَنْزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ إِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ.

(سورة حٰمٓ السجدة، رقم الآيات 34 تا 36)

ترجمہ: اور نیکی اور بُرائی برابر نہیں ہوتی، آپ (برائی کو) دور کیجیے، اس طریقہ سے جو احسن (واچھا) ہو، پھر یکا یک وہ شخص کہ آپ کے اور اس کے درمیان عداوت تھی، گویا کہ وہ مخلص دوست ہو جائے گا۔

اور یہ طریقہ اُنہی لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جو صبر کرتے ہیں، اور یہ طریقہ بڑے نصیب والے ہی کو حاصل ہوتا ہے۔

اور اگر آپ کو شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آئے، تو آپ اللہ کے ذریعہ سے پناہ طلب کیجئے، بے شک وہ خوب سُننے، جاننے والا ہے (سورہ حم سجدہ)

یعنی جب کبھی بھی کوئی دل میں کوئی وسوسہ وغیرہ آئے، تو فوراً اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم پڑھ کر، اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کر لینی چاہیے۔

www.idaraghufran.org

آپ کے دینی مسائل کا حل ادارہ

# ’’عمل بالحدیث‘‘ کا حکم (قسط12)

## صالح بن محمدالعَمْری الفُلَّانی کا حوالہ

اس کے بعد صالح بن محمدالعَمْری الفُلَّانی (المتوفیٰ:1218ھ) کی کتاب ’’إیقاظ ھمم أولی الأبصار للاقتداء بسید المھاجرین والأنصار ‘‘کے چند اقتباسات نقل کیے جاتے ہیں، جس میں انہوں نے اللہ اوراس کے رسول کے کلام کے حجتِ اصلیہ ہونے کی توضیح وتشریح ، اوراس کے مقابلہ میں متعصبین وجامدین کے افراط وتفریط پر مبنی مختلف طرز ہائے عمل کی تردیدفرمائی ہے۔

مذکورہ کتاب میں شیخ موصوف فرماتے ہیں:

قال شیخ مشایخنا المحقق أبو الحسن السندی فی حواشیه علی فتح القدیر عند قوله لأن الحکم فی حق العامی فتوی مفتیه أفاد أنه لایتعین فی حق العامی الأخذ بمذھب معین لعدم اھتدائه لما ھو أولی وأحری إلا علی وجه الھوی کما علیه العوام الیوم ولا یتعین له بمثله الأخذ بذلک المذھب إذ لا عبرة لمثله فی الشرعیات والترجیح بلا مرجح والتعیین بلا معین مما لا سبیل إلیه فالواجب علی ھذا فی حقه الأخذ بقول عالم یوثق به فی الدین لقوله تعالی (فاسألوا أھل الذکر إن کنتم لا تعلمون)

ومثله ما قال فی البحر بعد ما نقل من المحیط کلاما بسیطا قال وقد علم من ھذا أن مذھب العامی فتوی مفتیه من غیر تقیید بمذھب ولھذا قال فی فتح القدیر الحکم فی حق العامی فتوی مفتیه انتھی.

قلت ورأیت مثله منقولا عن بعض الفقھاء الشافعیة أیضا فعلی ھذا لا ینبغی ترک الاقتداء بالعلماء وأھل الصلاح معللین بأنھم مخالفون

www.idaraghufran.org

لمذهبهم إذ لا مذهب لهم فضلا عن أن يكون أحد مخالفا لهم في المذهب فالعجب ممن يفتيهم بذاك والله أعلم انتهى.

قلت ورأيت للمحقق المذكور كلاما نفيسا فيما نحن بصدده ذكره في حاشيته على فتح القدير (إيقاظ همم أولى الأبصار للاقتداء بسيد المهاجرين والأنصار،ص ١٦٧، ١٦٨، المقصد الأول فيما قال الإمام أبو حنيفة وأصحابه أهل المناقب المنيفة، باب من يصلح للفتوىٰ، الناشر: دارالفتح للنشر والتوزيع، الشارقة، الطبعة الاولٰى ١٩٩٧م)

ترجمہ: ہمارے شیخ المشائخ محقق ابوالحسن سندھی نے فتح القدیر کے حاشیہ میں، فتح القدیر کےقول:''أن الحكم في حق العامي فتوى مفتيه''

کے موقع پرفرمایا کہ اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ عامی کے حق میں مذہبِ معین کو لینا متعین نہیں، کیونکہ اس کوخود سے اولیٰ اور مضبوط قول کی رہنمائی نہیں ہوتی،سوائے ہوا پرستی کے، جیسا کہ موجودہ دور میں عوام کی حالت ہے،اوران جیسے حضرات پرمخصوص مذہب کا لینا متعین نہیں ہوا کرتا، کیونکہ ان جیسے حضرات کا شرعیات میں کوئی اعتبار نہیں ہوا کرتا،اوران کی ترجیح دینا، بلامرجح کہلاتا ہے،اوران کی تعیین بلامعین شمار ہوتی ہے،جس کا کوئی راستہ ان کو میسر نہیں ہوا کرتا، پس اس جیسے شخص کے حق میں کسی بھی ایسے عالم کا قول لے لینا، واجب ہوتا ہے،جس عالم کے دین کا اعتبار کیا جاتا ہو، اللہ تعالیٰ کےاس قول کی وجہ سے کہ:''فاسألوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون''

اوراسی کے مثل البحر الرائق میں المحيط کا تفصیلی کلام نقل کرنے کے بعدفرمایا کہ اس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ عامی کا مذہب اس کے مفتی کا مذہب ہوتا ہے، کسی (حنفی ،شافعی، مالکی، حنبلی وغیرہ کے) مذہب کی قید کے بغیر،اوراسی وجہ سے فتح القدير میں فرمایا کہ عامی کے حق میں شرعی حکم اس کے مفتی کا فتویٰ ہوتا ہے،انتھیٰ۔

میں کہتا ہوں کہ اسی کے مثل میں نے بعض فقہائے شافعیہ سے بھی منقول دیکھا ہے، پس اس بناء پرعلماء اور اہلِ صلاح کی اقتداء (واتباع) کوترک کرنا اس بنیاد پر جائز نہیں

کہ وہ ان کے مذہب کی مخالفت کرنے والے ہیں، کیونکہ عوام کا کوئی مذہب نہیں ہوتا، چہ جائیکہ کوئی ان کے مذہب کی مخالفت کرنے والا ہو، پس ان لوگوں پر تعجب ہے، جو ان کو اس چیز (یعنی مذہب کے متعین ہونے اور علماء وصلحاء کے کسی مخصوص مذہب کے موافق نہ ہونے) کے متعلق فتویٰ دیتے ہیں، واللّٰہ اعلم، انتھٰی۔

میں کہتا ہوں کہ میں نے محقق مذکور (یعنی ابوالحسن علی سندھی) کا زیرِ بحث مسئلہ میں عمدہ کلام دیکھا ہے، جو انہوں نے فتح القدیر پر اپنے حاشیہ میں ذکر کیا ہے (إيقاظ همم أولي الأبصار)

شیخ صالح بن محمد العَمْری الفُلّانی مذکورہ کتاب میں ہی ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

**والعجب من الذی یقول أمر الحدیث عظیم ولیس لمثلنا أن یفهم فکیف یعمل به.**

**وجوابه بعد أن فرضنا موافقة فهمه لفهم ذلک العالم الذی یعتد بعلمه وفهمه بالإجماع أنه إن کان المقصود بهذا تعظیم الحدیث وتوقیره فالحدیث أعظم وأجل لکن من جملة تعظیمه وتوقیره أنه یعمل به ویستعمل فی موادہ فإن ترک المقالات به إهانة له نعوذ بالله منه.**

**وقد حصل فهمه علی الوجه الذی هو مناط التکلیف حیث وافق فهم ذلک العالم فترک العمل بذلک الفهم لا یناسب التعظیم والإجلال فمقتضی التعظیم والإجلال الأخذ به لا بترکه .**

**وإن کان المقصود مجرد الرد عن نفسه بعد ظهور الحق فهذا لا یلیق بشأن مسلم فإن الحق أحق بالاتباع إذ لا یعلم ذلک الرجل أن الله عز وجل قد أقام برسوله صلی الله علیه وسلم الحجة علی من هو أغبی منه من المشرکین الذین کانوا یعبدون الأحجار وقد قال تعالی فیهم (أولئک کالأنعام بل هم أضل)**

**فهل أقام علیهم الحجة من غیر فهم أو فهموا کلام رسول الله صلی الله علیه وسلم فإن فهم هؤلاء الأغبیاء فکیف لا یفهم المؤمن مع تأیید الله تعالی له بنور الإیمان وبعد هذا فالقول بأنه لا یفهم قریب من إنکار البدیهیات.**

وكثير ممن يعتذر بهذا الاعتذار يحضر دروس الحديث أو يدرس الحديث فلولا فهم أو أفهم كيف قرأ أو أقرأ فهل هذا إلا من باب مخالفة القول الفعل والاعتذار بأن ذلك الفهم ليس مناطا للتكليف باطل إذ ليس الكتاب والسنة إلا لذلك الفهم فلا يجوز الاستعمال بهما والبحث عنهما بالنظر إلى المعانى التى لا يعمل بهما كيف وقد أنزل الله تعالى كتابه الشريف للعمل به وتعقل معانيه ثم أمر رسوله صلى الله عليه وسلم بالبيان للناس عموما فقال تعالى (إنا أنزلناه قرآنا عربيا لعلكم تعقلون) وقال (لتبين للناس ما نزل إليهم).

فكيف يقال إن كلامه صلى الله عليه وسلم الذى هو بيان للناس غير مفهوم لهم إلا لواحد منهم بل فى هذا الوقت ليس مفهوما لأحد بناء ا على زعمهم أنه لا مجتهد فى الدنيا منذ كم سنين.

ولعل أمثال هذه الكلمات صدرت من بعض من أراد أن لا ينكشف حقيقة رأيه للعوام بأنه مخالف للكتاب والسنة فتوصل إلى ذلك بأن جعل فهم الكتاب والسنة على الوجه الذى هو مناط للأحكام مقصور على أهل الاجتهاد ثم نفى عن الدنيا أهل الاجتهاد ثم شاعت هذه الكلمات بينهم والله أعلم بحقيقة الأمر.

ولعل بعضهم لما رأى أنه إن منع ذلك يمكن أن يميل بعض إلى ترجيح بعض المذاهب الموافقة لظاهر الكتاب والسنة فيأخذها .زاد على ذلك عدم جواز الانتقال من مذهب إلى مذهب وعدم التلفيق ونحوه لئلا يجد الناس إلى الترجيح سبيلا. حتى قال قائل منهم إن العامى إذا انتقل من مذهبه يصير أفسق الفاسقين. وإذا انتقل العالم يصير مبتدعا وضالا فبذلك لا يطمع أحد فى الترجيح لما يرى أنه لا فائدة تترتب عليه.

ومعلوم عند أهل البصائر أن مثال هذه المقالات لا عين منها فى دين الله تعالى ولا أثر بل كثير منها مخالف للعقل والنقل.

ومع ذلك فترى كثيرا من أهل الفهم ينحرفون عن طاعة الرسول

صلى الله عليه وسلم مع أنها فرض لازم لقوله تعالى (وما أرسلنا من رسول إلا ليطاع بإذن الله) ونحوه .

ولا يلتفتون إلى كلامه الذى يرويه الثقات الأثبات عنه صلى الله عليه وسلم بأسانيد صحاح ثابتة إلى روايات من أصحاب المذاهب المذكورة فى كتب المذهب من غير إسناد .

وكثير من أهل الكتاب يخالفون فى نقل تلك الروايات أيضا لعدم الإسناد اعتمادا على هذه الكلمات الشائعة بينهم فإذا رأوا أحدا يميل إلى ترجيح قول إمام بالحديث والكتاب يعدونه ضالا مبتدعا .

فانظر إلى أمثال هذه الحوادث فإنا لله وإنا إليه راجعون.

ولا أقل أن يعرف الرجل أن هذه الكلمات الشائعة هل هى أقوال للمجتهدين من علماء الدين أو هى لبعض المقلدين غير المعتمدين فإن كانت للمجتهدين فلا بد أن يعرف أنها لمن ونحن نجزم بأن أمثال هذه الكلمات لا يمكن أن تكون من العقلاء فضلا عن أهل الاجتهاد .

وكيف يسوغ لمسلم أن يتفوه بكلام فى دين الله تعالى من غير أن يقوم به حجة وبرهان من الله تعالى .

وإن كانت للمقلدين فكيف يجتمع الاعتماد عليها عندهم مع اعتقاد أن لا عبرة بفهم المقلدين أصلا فانتقض أحد الأمرين بالآخر.

وأعجب من هذا أن كثيرا منهم يتوقف على أن العلماء مذهبهم هل جوزوا العمل بالحديث أم لا؟ فنظن أنه لا يصح العمل بالسنة إلا بقول عالم به.

فنقول إن قول العلماء يحتاج فى ثبوته وصحته وكونه يصلح للعمل به إلى الكتاب والسنة حتى إن ما خالف الكتاب والسنة ولا يوافقهما يرد أولا ترى كتب الفقهاء يقولون فى كل قول وحكم لقول الله عز وجل أو لقول رسول الله صلى الله عليه وسلم فكيف يحتاج العمل بالكتاب والسنة إلى قول العلماء وهل هذا إلا شبه الدور الممنوع وقلب للمعقول ونقض للأصول وجعل الفروع أصلا والأصل فرعا .

www.idaraghufran.org

فهذا الذى ذكرنا يفيد أن جواز العمل بالحديث لمن فرضنا له من أجل البديهيات ومع ذلك فالرواية والدراية سوى هذا الذى ذكرنا متوافقات على ذلك فمن الرواية ما ذكر فى الهداية بقوله لأن قول الرسول صلى الله عليه وسلم لا ينزل عن قول المفتى وفى الكافى والحميدى أى لا يكون أدنى درجة من قول المفتى وقول المفتى يصلح دليلا شرعيا أى للعامى فقول الرسول صلى الله عليه وسلم أولى وهذا الذى ذكر فى الهداية أنه مذهب محمد ذكر فى محيط السرخسى وغيره أنه قول أبى حنيفة ومحمد فيلزم منه جواز العمل للعامى بالحديث عندهما مطلقا من غير اشتراط أنه أخذ به من يعتد بعلمه إذ يجوز للعامى الأخذ بقول المفتى بل يجب عليه كما قال فى الفتح أن الحكم فى حق العامى فتوى مفتية وفى البحر أن مذهب العامى فتوى مفتية من تقيد بمذهب فكيف لا يجوز أولا يجب عليه العمل به إذا علم أنه أخذ به من يعتد بعلمه لإجتماع الفتوى والحديث حينئذ فى حقه (إيقاظ همم أولى الأبصار للاقتداء بسيد المهاجرين والأنصار، ص ۱۷۳ الٰى ۱۷۷، المقصد الأول فيما قال الإمام أبو حنيفة وأصحابه أهل المناقب المنيفة، باب من يصلح للفتوىٰ)

ترجمہ: اوراس شخص پر تعجب ہوتا ہے، جو یہ کہتا ہے کہ حدیث کا معاملہ بہت عظیم ہے، اور ہم جیسے لوگوں کے لیے یہ درست نہیں کہ حدیث کی فہم حاصل کی جائے، لہٰذا اس حدیث پر عمل کیونکر کیا جا سکتا ہے (جب تک اس کو سمجھا ہی نہ گیا ہو)

لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ہم یہ بات تسلیم کرلیں کہ اس شخص کی فہم اس عالم کی فہم کے موافق ہوگئی، جس کے علم کا اعتبار بھی کیا جاتا ہے، اوراس کی فہم کا بھی بالاجماع اعتبار کیا جاتا ہے، اگر اس سے حدیث کی تعظیم اوراس کی توقیر مراد ہے، تو حدیث تو اس سے بھی عظیمُ الشان اور جلیلُ القدر چیز ہے، لیکن اس کی تعظیم اور توقیر کا تقاضا یہ ہے کہ اس پر عمل کیا جائے، اوراس کو اپنے مقصود میں استعمال کیا جائے، اوراس حدیث کے

موافق قول کوترک کرنا،اس کی اہانت ہے۔نعوذ باللّٰہ منه۔

اورحدیث کی فہم اس طریقہ پر پیدا ہوچکی ہے،جس پرمکلّف ہونے کا دارومدار ہے،اس طور پر کہ اس کی فہم اس عالم کے موافق ہوچکی ہے(جس نے اس کے مطابق قول کیا ہے)تو اس فہم پرعمل کوترک کرنا،حدیث کی تعظیم اورجلالتِ شان کے لائق نہیں ہے، بلکہ حدیث کی تعظیم اورحدیث کی جلالتِ شان کا تقاضا یہ ہے کہ اس کواختیار کیا جائے،نہ یہ کہ اس کوترک کیا جائے۔ [1]

اوراگراس فہمِ حدیث نہ ہونے کے دعوے سے مقصود یہ ہے کہ حق ظاہر ہونے کے باوجود اپنی طرف سے بس اس کی تردید کردی جائے،تو یہ طرزِعمل کسی مسلمان کی شان کے لائق نہیں،کیونکہ حق،اتباع کا زیادہ مستحق ہوتا ہے(خواہ وہ کسی کے بھی ساتھ ہو) کیا یہ شخص یہ بات نہیں جانتا کہ اللہ عزوجل نے اپنے رسول صلی علیہ وسلم کے ذریعہ سے مشرکین کے ایسے لوگوں پربھی حجت قائم فرمادی،جو پتھروں کی عبادت کرتے تھے،اور وہ مشرکین شخصِ مذکور سے زیادہ غبی اورکم فہم تھے،یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا کہ''یہ لوگ چوپایوں کے مثل ہیں،بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں''۔

تو کیا اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین پربغیر فہم کے ہی حجت قائم فرمادی؟یا ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو سمجھ لیا تھا؟(ظاہر ہے کہ یہی کہا جائے گا کہ سمجھ لیا تھا)تو اگران چوپایوں کے مثل جیسے غبی لوگوں نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو سمجھ لیا تھا،تو مومن شخص،نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو کیسے نہیں سمجھ سکتا،جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نورِایمان کے ذریعہ سے تائید بھی حاصل ہے،پس اس کے بعد یہ کہنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بات،یا حدیث کو سمجھنا مشکل ہے،تو یہ قریب ہے کہ

[1] مطلب یہ ہے کہ اگر حدیث سے کسی غیرمجتہد نے وہی بات سمجھی،جوکسی مستند ومحقق مجتہد وغیرہ نے سمجھی،تو ایسی صورت میں حدیث پراس مجتہد کی فہم کے مطابق عمل کرنا اوراس حدیث کے برخلاف دوسرے مجتہد وغیرہ کے قول کرترک کردینا ہی حدیث کی تعظیم وتوقیر کا تقاضا ہے،پھرفہمِ حدیث نہ ہونے کے دعوے کی بنیاد پرترکِ حدیث کرنا اوراس حدیث کے برخلاف قول کی تقلید کرنا کیونکر درست ہو سکتا ہے۔محمد رضوان۔

بدیہیات کے انکار میں داخل ہو۔ ۱

اور جو لوگ مذکورہ (یعنی فہمِ حدیث نہ ہونے کا) عذر پیش کرتے ہیں، ان میں سے بیشتر حضرات وہ ہیں، جو حدیث کے دروس میں حاضر ہوتے ہیں، یا حدیث کا درس دیتے ہیں، تو اگر ان کو حدیث کی فہم حاصل نہیں، تو پھر یہ حدیث کے پڑھنے پڑھانے کے عمل میں کیوں مشغول ہوتے ہیں؟ یہ تو قول اور فعل میں تعارض اور تخالف والی بات کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں۔ ۲

اور یہ عذر پیش کرنا کہ اس فہم پر (جو کسی قدر ہمیں حاصل ہے) مکلّف ہونے کا مدار نہیں، یہ بھی باطل ہے، کیونکہ کتاب وسنت اسی فہم کے لیے ہیں، پس کتاب وسنت کا اس کے لیے استعمال کیونکر جائز نہ ہوگا، اور کتاب وسنت کے معنیٰ ومقاصد کی بحث وتحقیق کیونکر جائز نہ ہوگی، جس کے بغیر عمل ممکن ہی نہ ہو، دراں حالیکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب، یعنی قرآن شریف کو اس پر عمل کرنے اور اس کے معانی کو سمجھنے کے لیے ہی نازل فرمایا ہے، پھر اللہ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کے لیے اس کے بیان کرنے کا علی العموم حکم فرمایا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ’’**إنا أنزلناه قرآنا عربيا لعلكم تعقلون**‘‘(جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ’’بلاشبہ ہم نے اس کو عربی قرآن بنا کر نازل کیا ہے، تاکہ تم سمجھ سکو‘‘) اور دوسرے موقع پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ’’**لتبين للناس ما نزل إليهم**‘‘(جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ’’تاکہ آپ بیان کریں لوگوں کے لیے، وہ جو نازل کیا گیا، ان کی طرف‘‘)

پس یہ بات کیسے کہی جاسکتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ کلام، جو لوگوں کے لیے بیان کے طور پر وارد ہوا ہے، اس کا موجودہ زمانے میں لوگوں کے لیے سمجھنا ممکن

---

۱ مطلب صاف ہے کہ اگر چوپایوں کے مثل، بلکہ ان سے بدتر قرار دیے گئے مشرکین بھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا انکار کرنے کی وجہ سے سخت وعید کے مستحق ٹھہرے، تو مومن کو جس کے پاس نورِ ایمان کی روشنی بھی موجود ہے، اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی فہم نہ ہونے کا مصداق قرار دینا، بدیہات کے انکار کے مترادف ہے۔ محمد رضوان۔

۲ مطلب واضح ہے کہ جو اہلِ علم حضرات احادیث کی درس وتدریس میں مشغول ہوتے ہیں، اور طلبۂ کرام کو احادیث کی تعلیم دیتے ہیں، یہ کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ وہ خود فہمِ حدیث سے قاصر ہیں، پھر درس وتدریس کا کیا مطلب؟ محمد رضوان

نہیں، سوائے لوگوں میں سے کسی ایک کے، بلکہ کسی کے لیے بھی سمجھنا ممکن نہیں، اس بناء پر کہ ان کا گمان یہ ہے کہ مدتِ دراز سے دنیا میں کوئی مجتہد موجود نہیں۔ [1]

اور شاید اس طرح کی باتیں بعض ان لوگوں کی طرف سے صادر ہوئی ہیں، جن کا مقصود یہ ہے کہ ان کی ایسی رائے کی حقیقت عوام کے سامنے نہ کھلے، جو قرآن وسنت کے خلاف ہو، جس کے نتیجے میں یہ قرار دیا گیا کہ کتاب وسنت کی وہ فہم، جس پر احکام کا دارومدار ہے، وہ اہلِ اجتہاد تک محدود ہے، پھر ساتھ ہی انہوں نے دنیا سے اہلِ اجتہاد کی نفی کردی، پھر یہ کلمات مسلمانوں کے مابین عام ہوگئے۔ واللہ أعلم بحقیقة الأمر۔ [2]

اور شاید بعض لوگوں نے جب یہ دیکھا کہ اگر اس بات سے منع نہ کیا جائے گا، تو یہ بات ممکن ہے کہ بعض لوگ کچھ مسائل میں، اُن مذاہب کی ترجیح کی طرف مائل ہوجائیں گے، جو ظاہرِ کتاب وسنت کے موافق ہیں، پھر وہ ان مسائل، یا مذاہب کو اختیار کرلیں گے، بعض نے اس پر یہ اضافہ بھی کردیا کہ ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہونا جائز نہیں، اور تلفیق بھی جائز نہیں، اور پھر انہوں نے اس جیسی بعض دوسری چیزوں کو ناجائز قرار دے دیا، تاکہ لوگوں کو ترجیحِ مذاہب کا کوئی راستہ ہی میسر نہ آئے، یہاں تک کہ ان میں سے بعض کہنے والوں نے یہ بھی کہہ دیا کہ اگر عامی اپنے مذہب سے منتقل ہوجائے، تو وہ بدترین فاسق ہوجاتا ہے، اور اگر عالم اپنے مذہب سے منتقل ہوجائے، تو وہ بدعتی اور گمراہ قرار پاتا ہے، پھر اس کے نتیجے میں کوئی بھی ترجیحِ مذاہب کی خواہش نہیں رکھتا، کیونکہ اسے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس پر کوئی فائدہ مرتب نہیں ہوگا۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ اہلِ بصیرت حضرات کے نزدیک، اللہ تعالیٰ کے دین میں ان

---

[1] یہ بات اگلے سوال کے جواب میں ضمنی طور پر آتی ہے کہ جن حضرات نے عرصۂ دراز سے مطلق مجتہدین کے مفقود ہونے کا قول کیا ہے، وہ مرجوح وغیر مستند قول ہے، اور راجح وصحیح یہ ہے کہ ''مجتہد مستقل'' تو مفقود ہیں، لیکن ''مجتہد مطلق ومنتسب'' مفقود نہیں، اور جن عبارات میں مجتہدین کے مفقود ہونے کا ذکر ہے، ان میں ''مجتہد مستقل'' مراد ہیں، اور جن حضرات کو ''مجتہد مستقل'' اور ''مجتہد مطلق و منتسب'' میں التباس ہوا، ان کی طرف سے اس طرح کی غلط فہمی کا صدور رہوا۔ محمد رضوان

[2] چنانچہ آج کل کے جاہل اور جعلی پیروں کی طرف سے بھی یہ باتیں مشہور ہیں، جس کی وجہ سے ان کی جعل سازی کا گورکھ دھندا چلتا ہے۔ محمد رضوان

جیسے اقوال کی کوئی وقعت اور حقیقت نہیں، اور نہ ہی ان کا کوئی اثر وحیثیت ہے، بلکہ ان میں سے اکثر باتیں، عقل اور نقل دونوں کے ہی خلاف ہیں۔ [1]

لیکن اس کے باوجود آپ دیکھتے ہیں کہ بہت سے اہلِ فہم حضرات، رسول کی اطاعت سے منحرف ہوجاتے ہیں، باوجودیکہ یہ فرضِ لازم ہے، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے کہ ''وما أرسلنا من رسول إلا ليطاع بإذن الله ''(یعنی ہم نے جو رسول بھی بھیجا، وہ صرف اس لیے بھیجا، تاکہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے) اور اس کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ کے ارشادات ہیں۔

اور یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کلام کی طرف متوجہ نہیں ہوتے، جس کو ثقات روایت کرتے ہیں، اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح سندوں کے ساتھ ثابت ہے (یعنی صحیح ومستند احادیث کونظر انداز کردیتے ہیں) اور اس کے برعکس اپنے اصحابِ مذہب کی اُن روایات، کی طرف متوجہ ہوجاتے ہیں، جو مذہب کی کتابوں میں کسی سند کے بغیر مذکور ہیں۔ [2]

اور بہت سے اہلِ قرآن واہلِ تفسیر سند نہ ہونے کی وجہ سے ان روایات کے نقل کرنے کی بھی مخالفت کرتے ہیں، ان کو مذکورہ کلمات پر اعتماد ہوتا ہے، جو ان کے درمیان شائع ذائع ہیں، پس جب وہ کسی شخص کو دیکھتے ہیں کہ وہ قرآن وسنت کی وجہ سے کسی امام کے قول کی ترجیح کی طرف مائل ہوتا ہے، تو اس کو گمراہ اور بدعتی شمار کرتے ہیں۔

پس آپ ان جیسے حوادث (اور نو پید اقوال) کو دیکھ لیجیے''انا لله وانا اليه راجعون'' اور کم از کم آدمی کو اس جیسے شائع ذائع کلمات کی اتنی معرفت تو حاصل کرنی چاہیے کہ کیا یہ علمائے دین میں سے مجتہدین کے اقوال ہیں، یا ان بعض مقلدین کے اقوال ہیں، جن پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا؟ اگر وہ مجتہدین کے اقوال ہوں، تو یہ بات ضروری ہے کہ

---

[1] معلوم ہوا کہ جن باتوں کو آج کل کی بعض علمی دنیا میں بہت اعلیٰ تحقیق کا نام دیا جانے لگا ہے، وہ نقل وعقل کی رو سے بدیہیات کے خلاف ہیں، جن کی تردید بہت سے اہلِ علم حضرات کی عبارات کے ضمن میں پہلے بھی گزر چکی ہے۔ محمد رضوان

[2] بندہ نے بہت سے مشائخِ حنفیہ کے نقل کردہ ایسے اقوال کو ملاحظہ کیا، جن پر بہت زور دیا جاتا ہے، یہاں تک کہ ان کو مفتیٰ بہ تک بھی قرار دیا جاتا ہے کہ ان اقوال کی اسناد کا کوئی ثبوت نہیں۔ محمد رضوان۔

www.idaraghufran.org

اس بات کی معرفت حاصل کی جائے کہ وہ کون سے مجتہدین کے اقوال ہیں؟ اور ہم یقین کے ساتھ یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ ان جیسے کلمات کا عاقلوں سے صادر ہونا بھی ممکن نہیں، چہ جائیکہ اہلِ اجتہاد سے صادر ہوں۔ [1]

اور کسی مسلمان کے لیے یہ بات کیسے جائز ہوسکتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دین میں ایسی بات کی زبان درازی کرے، جس کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حجت اور دلیل قائم نہ ہو۔

اور اگر یہ اقوال، مقلدین کے ہوں، تو پھر ان پر اعتماد کیسے کیا جاسکتا ہے، اس عقیدے کی موجودگی میں کہ مقلدین کی فہم کا سرے سے کوئی اعتبار نہیں ہوتا، پس ان دونوں میں سے ہر ایک بات دوسری بات سے ٹکرا کر ساقط و نا قابلِ اعتبار ٹھہرتی ہے۔

اور اس سے بھی زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ مذکورہ حضرات میں سے بہت سے حضرات اس بات سے واقف ہوجاتے ہیں کہ ان کے مذاہب کے علماء نے عمل بالحدیث کو جائز قرار دیا ہے، یا نہیں؟ لیکن اس کے باوجود، وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ سنت پر عمل کرنا، اسی وقت جائز ہے، جب اس کے متعلق کسی عالم کا قول پایا جائے۔

ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ علماء کا قول بھی تو اپنے ثبوت اور صحت کا محتاج ہے، اور اس بات کا بھی محتاج ہے کہ وہ کتاب وسنت پر عمل کی صلاحیت رکھتا ہو، لیکن جو قول کتاب وسنت کے مخالف ہو، اور کتاب وسنت کے موافق نہ ہو، تو اس کو رَد کردیا جائے گا، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ فقہاء کی کتابوں میں ہر قول اور حکم کے متعلق ان کی یہ بات ملتی ہے کہ ''لقول اللّٰہ عز وجل أو لقول رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم'' پس کتاب وسنت پر عمل کرنے کے لیے علماء کے قول کی احتیاج کیونکر ہوگی، یہ تو ''ممنوع دور لازم آنے'' اور ''عقل کو پلٹنے'' اور ''اصولوں کو توڑنے'' اور ''فرع کو اصل'' اور ''اصل کو فرع'' بنانے کے مشابہ ہوجائے گا۔

---

[1] ہم نے بھی ایسے بہت سے کلمات کو چند علماء میں شائع ذائع پایا، یہاں تک بعض متدین ومستند علمائے دین نے ان کو اپنی کتب و رسائل میں نقل بھی کردیا، بلکہ مستقل تقلید وغیرہ کے موضوعات پر تالیفات بھی فرمادیں، جن میں محض بغیر سند کی باتوں پر اعتماد کیا گیا، اور مجتہدین واصحابِ اجتہاد سے ثبوت کے بغیر، یہاں تک ان امور کی مستند طریقہ پر مخالفت کے ثبوت کے باوجود، ان پر زور دیا گیا، لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم۔ محمد رضوان

پس ہم نے جو بات ذکر کی، اس سے معلوم ہوا کہ **عمل بالحدیث** کا جواز، اس شخص کے لیے، جس کے لیے ہم نے فرض کیا ہے، اور جس کے لیے ہماری بحث جاری ہے، بدیہیات میں سے ہے، اور اس کے باوجود روایت اور درایت، دونوں بھی اسی بات کو درست قرار دیتی ہیں، جو ہم نے ذکر کی، وہ سب اسی کی موافقت کرتی ہیں، چنانچہ روایت تو وہ ہے، جو''**الهداية**''میں ان الفاظ میں ذکر کی گئی کہ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول، مفتی کے قول سے کم درجے کا قرار نہیں دیا جاسکتا''اور''**الكافي**''اور''**الحميدي**''میں ہے کہ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد، مفتی کے قول سے ادنیٰ درجہ کا نہیں ہوسکتا''اور جب مفتی کا قول، عامی شخص کے لیے شرعی دلیل بننے کی صلاحیت رکھتا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول، بدرجۂ اولیٰ عامی شخص کے لیے شرعی دلیل بننے کی صلاحیت رکھتا ہے، اور مذکورہ بات، جو''**الهداية**''میں ذکر کی گئی ہے، یہ امام محمد کا مذہب ہے، اور''**محيط السرخسي**''اور دوسری کتابوں میں یہ بات مذکور ہے کہ یہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد دونوں کا ہی قول ہے، تو اس سے عامی شخص کے لیے طرفین کے نزدیک مطلقاً، حدیث پر عمل کرنے کا جواز ثابت ہوتا ہے، اس شرط کے بغیر کہ حدیث پر عمل کرنے والا، قابلِ ذکر علم کا حامل ہو، کیونکہ عامی کے لیے مفتی کا قول لینا جائز ہے، بلکہ اس پر ایسا کرنا واجب ہے، جیسا کہ''**فتحُ القدير**''میں ہے کہ''عامی شخص کے حق میں شرعی حکم، اس کے مفتی کا فتویٰ ہوتا ہے''اور''**البحرُ الرائق**''میں ہے کہ''عامی کا مذہب، اس کو فتویٰ دینے والے کا مذہب ہوتا ہے، خواہ وہ مفتی کسی بھی مذہب (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) سے تعلق رکھتا ہو''تو پھر عامی شخص کے لیے اس پر عمل کرنا، اس وقت کیونکر جائز، یا واجب نہیں ہوگا، جب وہ یہ بات بھی جان لے کہ اس حدیث کو ایسے اہلِ علم نے بھی لیا ہے، جن کو اصحابِ علم شمار کیا جاتا ہے (یہاں تک کہ وہ مجتہدین، یا محدثین کی فہرست میں شمار کیے جاتے ہیں) کیونکہ ایسی صورت میں اس کے حق میں حدیث اور فتویٰ دونوں چیزیں جمع ہوچکی ہیں (إيقاظ همم أولي الأبصار)

شیخ **صالح بن محمد العَمْري الفُلّاني** مذکورہ کتاب میں ہی ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

وهـذا الـكلام كله فى العامى إذا اتفق له معرفة الحديث بصحته ومعناه وأن أحـدا مـن أهـل الاجتهـاد قـد أخـذ بـه وأمـا من لـه أهلية فـالأخذ بـالـحـديـث فـي حـقـه أو كـد وأوجب إذا أخذ به بعض الأئمة وعمله بـخـلافة بـعـد ظهـوره تقليدا لأحد أى أحد كان أخوف كيف وقد قال تـعـالـى"فـلـيـحـذر الذين يخالفون عن أمره أن تصيبهم فتنة أو يصيبهم عذاب أليم"

وقـد عـرفت أن مقتضى تقليدهم أيضا الأخذ بالحديث لقولهم اتركوا قـولـي لـخبـر الرسول صلى الله عليه وسلم فتقليدهم في هذه الصورة كـمـا هـو تـرک لـخبـر رسـول الـلـه صلى الله عليه وسلم فهو ترک لتقليدهم أيضا حقيقة سيما إذا ظهر للإنسان حديث على وفق مذهب أحـد مـن الأئـمة المشهورين ولم يظهر له على وفق مذهب إمامه شيء يـصـلـح لـلاعـتـمـاد عـليه خصوصا إذا ظهر ممن يعتد بتبعيتهم أنهم ما وجـدوا شيـئـا على وفق مذهب إمامه يصلح للاعتماد فحينئذ ليس من شـأن المسلم التجمد على التقليد فإن تجمد مع ذلک فما أشبهه بمن قـال الـله تعالى فيهم "ولئن أتيت الذين أوتوا الكتاب بكل آية ما تبعوا قبلتک"

فـمـن ظهـر له الحديث الصحيح الصالح للاعتماد وعلم أن من الأئمة من أخذ به فليأخذ به ولا يمنعه عن ذلک أنه على مذهب فلان أو فلان فـقـد قـال تعالى (فإن تنازعتم فى شيء فردوه إلى الله والرسول) ومن جـمـلة الـرد إليـه صـلـى الله عليه وسلم الأخذ بقوله عند التنازع وقد تـحـقـق التنازع بين الأئمة فوجب الأخذ بقول الرسول صلى الله عليه وسـلـم والـرجوع إليه إذا ظهر.......... وكيف لا يجب عليه العمل فى هـذه الـصورة بالحديث مع قوله تعالى (وأطيعوا الله وأطيعوا الرسول) وقـولـه تـعالى (وما أرسلنا من رسول إلا ليطاع بإذن الله) وقوله صلى الـلـه تـعـالـى عـليه وسلم عليكم بسنتى وسنة الخلفاء من بعدى وقوله ليبلغ الشاهد منكم الغائب من غير قيد بأهل الإجتهاد فإذا بلغت السنة

لأحد فكيف يجوز له الإعراض عنها هذا العذر البارد وقد قال الله تعالى (فليحذر الذين يخالفون عن أمره) والقرآن مملوء من أمثال ذلك............والعجب أنهم يعرفون أن المجتهد يخطء ويصيب وهو من جملة عقائدهم والنبى صلى الله عليه وسلم معصوم من الخطأ ثم مع ذلك كله يصرون على كلام المجتهد كما ترى ويدعون كلام النبى صلى الله عليه وسلم............

ثم اذا قلنا أنه لا يجوز للمقلد أن يتبع ظنه الحاصل له بالنظر فى الحجة الشرعية وان كان موافقا لكثير من المجتهدين بل يجب عليه تقليد غيره كالذى قلده قبل النظر فى الدليل وان رآه مخالفا لمقتضى الدليل فينبغى أن لا يجب على مقلد أهل الأهواء الذى حصل له الظن بخلاف ما عليه امامه أن يترك قول امامه باخبار الآحاد لأنها ظنية فلو فرضنا أن امامه الضال قد أخبره بأنه يجب عليه أن يسب مثلا بعض أكابر الصحابة كما هو داب الرافضة البطلة فى الأوقات الشريفة كوقت الأذان وأدبار الصلوات ثم حصل له الظن بالأحاديث أن المندوب فى هذه الأوقات الاشتغال بالأذكار والاوراد المسنونة وحصل له بأن مقتضى الدين تعظيم الصحابة لا تحقيرهم مثلا فينبغى أن نقول لا يجب على هذا المقلد الرجوع لما ظهر له بالدليل بل يجب عليه البقاء على ذلك التقليد ونقول انه بذلك الفعل مثاب ولو ترك هذا الضلال الى الأوراد والأذكار يكون عاصيا لترك التقليد الواجب عليه الى ظنه الذى لا عبرة به وترك الواجب عليه بالتقليد الى ما هو مندوب اليه بالظن ومثل هذا لا ينبغى أن يصدر عن مسلم فإنا قلنا اذا ظهر عليه الحق ظنا يجب عليه الرجوع الى الحق وترك التقليد الذى يظنه باطلا فأى فرق بين ذلك وبين من يقلد اماما يظنه أنه خالف الحديث فى مسألة أو مسألتين.

ولو فرضنا ان أحدا من الروافض ظهر له خطأ مذهبه فى بعض المسائل كمسألة السب مثلا ظنا هل نقول عليه أنه فى التقليد عاص

بعد ذلک أم یجب علیه الرجوع فانظر هذا.
والعجب أنه اذا ظن أحد المجتهدین علی الحق فی مسألة بواسطة ظهور الحدیث الی جانبه فلا شک أن کون الثانی علی الحق عنده یکون متوهما فنقول هل یجب علیه أو یجوز أن یثبت علی تقلید قول من یتوهمه أنه علی الحق ولا یجب علیه أو لا یجوز له الرجوع الی قول من یظنه أنه علی الحق ومثل هذا مما یستبعده العقل جدا.
والعجب انهم یعدون الانتقال من مذهبه الی مذهب غیره من أشد أقسام الفسق أو أقبحه فهل یقول لهذا الرافضی لا یجوز له الانتقال من مذهبه وهذا لا یقول به مسلم (والله یقول الحق وهو یهدی السبیل)
(إیقاظ همم أولی الأبصار للاقتداء بسید المهاجرین والأنصار،ص ۱۸۲ الیٰ ۱۹۱، المقصد الأول فیما قال الإمام أبو حنیفة وأصحابه أهل المناقب المنیفة ، باب من یصلح للفتویٰ ، الناشر: دارالفتح للنشر والتوزیع، الشارقة، الطبعة الاولیٰ ۱۹۹۷م)

ترجمہ: اور یہ تمام تر کلام ''عامی'' شخص کے حق میں ہے، جب اتفاقاً اس کو حدیث کی صحت ،اوراس کے معنیٰ کی معرفت حاصل ہوجائے ، اور یہ بھی پتہ چل جائے کہ اہلِ اجتہاد میں سے کسی نے اس حدیث کو لیا ہے( کہ اس صورت میں بالاتفاق اس کو حدیث پر عمل کرنا جائز ہے،اس صورت میں امام ابو یوسف کا بھی اختلاف نہیں )اور رہا وہ شخص ،جس کو مذکورہ اہلیت حاصل ہو،تو اس کے حق میں حدیث کواختیار کرنے کا حکم، زیادہ تاکیدی اور زیادہ واجب ہے، جبکہ اس حدیث کوبعض ائمہ نے لیا ہو،اوراس شخص کا مذکورہ امر کے ظاہر ہونے کے بعد، کسی کی بھی تقلید کرتے ہوئے ، مذکورہ حدیث کی خلاف ورزی کرنا، بہت زیادہ قابلِ خوف طرزِعمل ہے،اورایسا کیونکر نہیں ہوگا، جبکہ اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے کہ ''فلیحذر الذین یخالفون عن أمره أن تصیبهم فتنة أو یصیبهم عذاب ألیم '' (یعنی ''ان لوگوں کوڈرنا چاہیے، جواس کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں،اس بات سے کہ انہیں کوئی فتنہ پہنچے، یاانہیں عذابِ الیم پہنچے )
اورآپ یہ بات جان چکے ہیں کہ مجتہدین کی تقلید کا تقاضا بھی یہی ہے کہ حدیث کولیا

www.idaraghufran.org

جائے، کیونکہ وہ یہ واضح فرما چکے ہیں کہ تم ہمارے قول کو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی وجہ سے ترک کردو، فلہٰذا اس صورت میں ان (مجتہدین کے) حدیث کے برخلاف اقوال کی تقلید کرنا، جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو ترک کرنا ہے، اسی طرح مجتہدین کی حقیقی تقلید کو بھی ترک کرنا ہے، خاص طور پر جب کہ کسی انسان کے لیے یہ بات ظاہر ہوجائے کہ یہ حدیث مشہور ائمہ میں سے، کسی کے مذہب کے موافق ہے، اور اس کے سامنے اپنے امام کے مذہب کی موافقت میں کوئی ایسی دلیل ظاہر نہ ہو، جو **معتمد علیہ** ہونے کی صلاحیت رکھتی ہو، بطورِ خاص جب ان حضرات کی طرف سے، یہ بات ظاہر ہوجائے، جن کا قابلِ اتباع ہونا معتبر سمجھا جاتا ہے کہ انہوں نے جس چیز کو اپنے امام کے مذہب کے موافق پایا، وہی قابلِ اعتماد ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے، تو ایسی صورت میں مسلمان کی شان یہ نہیں ہے کہ وہ (حدیث کے برخلاف) تقلید پر جمود اختیار کرے، اس کے باوجود اگر وہ جمود اختیار کرے گا، تو وہ ان لوگوں کے مشابہ ہوجائے گا، جن کے متعلق، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ’’**ولئن أتیت الذین أوتوا الکتاب بکل آیۃ ما تبعوا قبلتک**‘‘ پس جس کے سامنے صحیح حدیث ظاہر ہوگئی، جو اعتماد کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے، اور اس نے یہ بات جان لی کہ ائمہ میں سے کسی نے اس کو لیا ہے، تو اس کو چاہئے کہ وہ اس حدیث کو لے لے، اور اس کے لئے یہ مانع نہیں کہ وہ فلاں کا مذہب ہو، یا فلاں کا مذہب ہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ’’**فإن تنازعتم فی شیء فردوہ إلی اللّٰہ والرسول**‘‘ اور رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹانے میں یہ بھی داخل ہے کہ اختلاف وتنازعہ کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو لیا جائے، اور اختلاف وتنازعہ، ائمہ کے درمیان واقع ہوچکا ہے، لہٰذا رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو لینا، اور اس کی طرف رجوع کرنا، واجب ہوجائے گا، جب رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ظاہر ہوجائے......۔

اور مذکورہ صورت میں اس حدیث پر عمل کرنا کیونکر واجب نہیں ہوگا، جبکہ اللہ تعالیٰ کا

ارشاد ہے کہ ”وأطیعوا اللّٰہ وأطیعوا الرسول“، اوراللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ”وما أرسلنا من رسول إلا لیطاع بإذن اللّٰہ“ اور رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”علیکم بسنتی وسنة الخلفاء من بعدی “نیز رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”لیبلغ الشاھد منکم الغائب“ مذکورہ نصوص میں اہلِ اجتہاد کی کوئی قید نہیں لگائی گئی، پس جب کسی کو سنت پہنچے، تو اس کے لئے مذکورہ کمزور عذر کی بناء پر اس سے اعراض کرنا، کیونکر جائز ہوسکتا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ”فلیحذر الذین یخالفون عن أمرہ “اور قرآن مجید، ان جیسی آیات سے بھرا ہوا ہے...........۔

اور تعجب ہے کہ یہ لوگ اس بات سے واقف ہیں کہ مجتہد خطا کار بھی ہوتا ہے، اور مصیب بھی ہوتا ہے، اور یہ مقلدین کے عقائد میں داخل ہے، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطاء سے معصوم ہیں، پھر ان تمام باتوں کے باوجود یہ لوگ مجتہد کے کلام پر مُصر رہتے ہیں، جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو ترک کر بیٹھتے ہیں...........۔

پھر اگر ہم یہ بات کہیں کہ مقلد کے لئے اپنے اس گمان کی اتباع کرنا جائز نہیں، جو اس کو شرعی دلیل میں غور وفکر کرنے سے حاصل ہوا ہو، اگرچہ وہ بہت سے مجتہدین کے موافق ہو، بلکہ اس صورت میں اس پر دوسرے کی تقلید ہی واجب ہے، اس شخص کی طرح جس نے دلیل میں غور وفکر کرنے سے پہلے تقلید کی ہو، اگرچہ وہ دلیل کے اقتضاء کے خلاف ہو، تو ایسی صورت میں یہ بات لازم آئے گی کہ اہلِ ہویٰ کے مقلد پر بھی اس گمان کی پیروی واجب نہیں، جو گمان اس کے امام کے برخلاف حاصل ہوا ہو، اور ایسی صورت میں اس کو اخبارِ آحاد کے ذریعہ اپنے امام کے قول کو ترک نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ اخبارِ آحاد ظنی ہوتی ہیں، تو اگر ہم یہ بات فرض کرلیں کہ اس کے گمراہ امام نے اس کو اس بات کی خبر دی کہ مثلاً بعض اکابرِ صحابہ کو گالی دینا ثابت ہے، جیسا کہ مبارک اوقات میں

باطل رافضیوں کی عادت ہے، مثلاً اذان کے وقت، اور نمازوں کے بعد میں۔

پھر اس کے بعد مذکورہ شخص کو احادیث کے ذریعہ سے یہ ظن حاصل ہوگیا کہ ان اوقات میں تو اذکار میں مشغول ہونا، اور مسنون اوراد میں مشغول ہونا مستحب ہے، اور احادیث کے ذریعہ سے اس کا یہ گمان بھی ہوگیا کہ دین کا تقاضا یہ ہے کہ صحابہ کی تعظیم کی جائے، نہ کہ اُن کی تحقیر کی جائے، تو اس صورت میں ہمیں یہ کہنا پڑے گا، کہ اس مقلد پر اس چیز سے رجوع کرنا واجب نہیں، جس کے برخلاف دلیل ظاہر ہوگئی ہو، بلکہ اس پر اسی تقلید پر برقرار رہنا واجب ہے، بلکہ ہمیں یہ بھی کہنا پڑے گا کہ وہ اس فعل کی وجہ سے ثواب کا مستحق ہے، اور اگر وہ اس گمراہی کو چھوڑ کر اوراد، اور اذکار کو اختیار کرے گا، تو وہ گناہ گار ہوگا، کیونکہ اس نے اُس تقلید کو ترک کردیا، جو اس پر واجب تھی، اور اپنے اس گمان کی پیروی کرلی، جس کا اعتبار نہیں، اور اس پر جو تقلید واجب تھی، اُس کو ترک کردیا، اور ایسی چیز کو اختیار کرلیا، جس کا گمان کے ذریعہ سے مندوب ہونا معلوم ہوا۔

حالانکہ اس جیسی بات کا کسی مسلمان سے صادر ہونا بھی زیب نہیں دیتا۔

پس ہم یہ کہتے ہیں کہ جب اس پر ظن کے طور پر حق ظاہر ہوگیا، تو اس پر حق کی طرف رجوع کرنا، اور اس تقلید کو ترک کرنا واجب ہوگیا، جس کے بارے میں اس کا گمان باطل ہونے کا ہے، تو اس کے درمیان اور اس شخص کے درمیان کیا فرق باقی رہ گیا، جو امام کی تقلید کرتا ہے، اور وہ یہ گمان کرتا ہے کہ اس کے امام نے ایک مسئلہ میں، یا دو مسائل میں حدیث کی مخالفت کی ہے۔

اور اگر ہم یہ بات فرض کرلیں کہ روافض میں سے کسی کے سامنے بعض مسائل میں اس کے مذہب کی خطاء ظاہر ہوگئی، جیسا کہ سبِّ صحابہ کے مسئلہ میں، مثلاً اس کا گمان یہ ہوگیا کہ یہ طریقہ صحیح نہیں ہے، تو کیا ہم یہ کہیں گے کہ اس کے بعد وہ تقلید کرکے گناہ گار ہے، یا اُس پر اس سے رجوع کرنا واجب ہوجائے گا؟ اس پر غور کرنا چاہئے۔

اور تعجب ہے کہ جب کسی مسئلہ میں مجتہدین میں سے کسی کے بارے میں حق پر ہونے کا

گمان ہوتا ہے، بوجہ اس کے کہ اُس کے حق میں حدیث ظاہر ہوگئی، تو اس بات میں کوئی شک نہ رہا، کہ اس کے نزدیک دوسرا شخص حق پر ہے، اور اس کے مقابل کو وہم ہوا ہے، تو ہم کہتے ہیں کہ کیا اس پر یہ بات واجب ہے، یا جائز ہے کہ وہ وہم ہونے والے شخص کے قول کی تقلید پر مضبوطی سے قائم رہے، اور اس کو حق پر سمجھے، اور اس پر یہ بات واجب نہیں، اور نہ ہی جائز ہے کہ وہ اس کے قول کی طرف رجوع کر لے، جس کے حق پر ہونے کا گمان ہے۔

ظاہر ہے کہ اس جیسی باتیں عقل سے بہت زیادہ بعید ہیں۔

اور یہ بات قابلِ تعجب ہے کہ یہ حضرات اپنے مذہب سے، دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہونے کو فِسق کی شدید ترین، یا قبیح ترین اقسام میں سے سمجھتے ہیں، تو کیا اس رافضی کو بھی یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ اس (مذکورہ) کو اپنے مذہب سے منتقل ہونا جائز نہیں، جس کا کوئی مسلمان قائل نہیں ہوسکتا (إیقاظ همم أولی الأبصار) (جاری ہے......)

**کیا آپ جانتے ہیں؟** مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

# صفاتِ باری تعالیٰ کے متعلق جمہور اہلُ السنۃ کا موقف

(چوتھی وآخری قسط)

## علامہ ابنِ قیم کا حوالہ

علامہ ابنِ تیمیہ کے شاگرد، علامہ ابنِ قیم (المتوفیٰ:751ھ) اس سلسلے میں فرماتے ہیں:

**قال مالک رحمه الله -وقد سئل عن قوله تعالى :(الرحمن على العرش استوى) كيف استوى؟ فأطرق مالک، حتى علاه الرحضاء ، ثم قال :الاستواء معلوم، والكيف غير معقول، والإيمان به واجب، والسؤال عنه بدعة.**

**ففرق بين المعنى المعلوم من هذه اللفظة، وبين الكيف الذى لا يعقله البشر .وهذا الجواب من مالک رضى الله عنه شاف، عام فى جميع مسائل الصفات.**

**فمن سأل عن قوله :(إننى معكما أسمع وأرى) كيف يسمع ويرى؟ أجيب بهذا الجواب بعينه .فقيل له :السمع والبصر معلوم .والكيف غير معقول.**

**وكذلک من سأل عن العلم، والحياة، والقدرة، والإرادة، والنزول، والغضب، والرضا، والرحمة، والضحک، وغير ذلک .فمعانيها كلها مفهومة .وأما كيفيتها فغير معقولة؛ إذ تعقل الكيفية فرع العلم بكيفية الذات وكنهها .فإذا كان ذلک غير معقول للبشر، فكيف يعقل لهم كيفية الصفات؟**

**والعصمة النافعة فى هذا الباب :أن يوصف الله بما وصف به نفسه .**

www.idaraghufran.org

وبما وصفه به رسوله صلى الله عليه وسلم، من غير تحريف ولا تعطيل، ومن غير تكييف ولا تمثيل .بل تثبت له الأسماء والصفات، وتنفي عنه مشابهة المخلوقات .فيكون إثباتک منزها عن التشبيه. ونفيک منزها عن التعطيل .فمن نفى حقيقة الاستواء فهو معطل .ومن شبهه باستواء المخلوق على المخلوق فهو ممثل .ومن قال :استواء ليس كمثله شيء .فهو الموحد المنزه.

وهكذا الكلام في السمع، والبصر، والحياة، والإرادة، والقدرة، واليد، والوجه، والرضا، والغضب، والنزول والضحک، وسائر ما وصف الله به نفسه (مدارج السالكين بين منازل إياک نعبد وإياک نستعين،لا بن قيم الجوزية، ج ۲،ص ۸۴،فصل الدرجة الثانية إجراء الخبر على ظاهره)

ترجمہ:امام مالک رحمہ اللہ سے جب اللہ تعالیٰ کے قول ’’الرحمٰن على العرش استوىٰ ‘‘ کے بارے میں سوال کیا گیا کہ استواء کیسے کیا؟ تو امام مالک نے سر جھکا لیا، یہاں تک کہ آپ کے رخسار تر ہوگئے، پھر فرمایا کہ استواء معلوم ہے، اور کیفیت سمجھ سے بالاتر ہے، جس پر ایمان لانا واجب ہے، اور اس کے متعلق سوال کرنا بدعت ہے۔

پس امام مالک نے اس لفظ کے معنیٰ کے درمیان اور اس کیفیت کے درمیان، جس کو بشر نہیں سمجھ سکتا، فرق کردیا، اور امام مالک رحمہ اللہ کی طرف سے یہ جواب، تمام مسائلِ صفاتِ باری تعالیٰ کے متعلق شافی وکافی ہے۔

پس جو شخص اللہ تعالیٰ کے قول ’’إنني معكما أسمع وأرىٰ ‘‘ کے متعلق یہ سوال کرے گا کہ کیسے سماعت کی، اور کیسے رؤیت کی؟ تو اس کو بعینہٖ یہی جواب دیا جائے گا، پس اس کو کہا جائے گا کہ سمع اور بصر معلوم ہے، لیکن اس کی کیفیت سمجھ سے بالاتر ہے۔

اور اسی طریقے سے جو شخص اللہ کے علم اور حیات اور قدرت اور ارادہ اور نزول اور غضب اور رضا اور رحمت اور ضحک وغیرہ کے بارے میں سوال کرے گا، تو ان سب کے معانی تو سمجھ آتے ہیں، لیکن ان کی کیفیات سمجھ نہیں آتیں، کیونکہ کیفیت کی سمجھ، ذات کی کیفیت اور کنہ کی کیفیت کی فرع ہے، پس جب یہ بشر کی فہم سے بالاتر ہے، تو ان کو

www.idaraghufran.org

صفات کی کیفیت کیسے سمجھ آ سکتی ہے؟

اور اس باب میں محفوظ ونافع راستہ یہ ہے کہ اللہ کو ان چیزوں کے ساتھ متصف کیا جائے، جن کے ساتھ اللہ نے خود اپنے کو متصف کیا ہے، اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے متصف کیا ہے، جس میں نہ کوئی تحریف کی جائے گی، نہ تعطیل کا راستہ اختیار کیا جائے گا، نہ کسی تکییف اور تمثیل کی آمیزش کی جائے گی، بلکہ اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات کو ثابت مانا جائے گا، اور اس سے مخلوقات کی مشابہت کی نفی کی جائے گی، پس آپ کا اثبات، تشبیہ سے پاک ہوگا، اور آپ کی نفی، تعطیل سے پاک ہوگی، پس جو شخص، استواء کی حقیقت کی نفی کرے گا، تو وہ ''معطل'' کہلائے گا، اور جو اللہ کو مخلوق کے، مخلوق پر استواء کے ساتھ مشابہت دے گا، تو وہ ''ممثل'' کہلائے گا، اور جو یہ کہے گا کہ اس (اللہ) کے مثل کوئی چیز نہیں، تو وہ ''پاکیزہ موحد'' کہلائے گا۔

اور یہی کلام سمع اور بصر اور حیات اور ارادہ اور قدرت اور ید اور وجہ اور رضا اور غضب اور نزول اور ضحک اور ان تمام صفات کے متعلق بھی ہوگا، جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو متصف فرمایا ہے (مدارج السالکین)

## ملا علی قاری کا حوالہ

ملا علی قاری حنفی نے ''مشکاۃُ المصابیح'' کی شرح ''مرقاۃُ المفاتیح'' میں بھی یہی موقف بیان فرمایا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

**قال مالک رحمه اللّٰه، وقد سئل عن قوله تعالى :(الرحمن على العرش استوى) كيف استوى؟ ، فأطرق مالک رأسه حتى علاه الرحضاء ، ثم قال :الاستواء معلوم، والكيف غير معقول، والإيمان به واجب، والسؤال عنه بدعة.**

**فرق بين المعنى المعلوم من هذه اللفظة، وبين الكيف الذى لا يعقله البشر، وهذا الجواب من مالک رحمه اللّٰه شاف عام فى جميع**

www.idaraghufran.org

مسائل الصفات من السمع والبصر والعلم والحياة والقدرة والإرادة والنزول والغضب والرحمة والضحک، فمعانيها كلها معلومة، وأما كيفيتها فغير معقولة، إذ تعقل الكيف فرع العلم بكيفية الذات وكنهها، فإذا كان ذلک غير معلوم، فكيف يعقل لهم كيفية الصفات؟ والعصمة النافعة من هذا الباب أن يصف الله -بما وصف به نفسه : ووصف به رسوله. من غير تحرير ولا تعطيل، ومن غير تكييف ولا تمثيل، بل يثبت له الأسماء والصفات، وينفي عنه مشابهة المخلوقات، فيكون إثباتک منزها عن التشبيه، ونفيک منزها عن التعطيل، فمن نفى حقيقة الاستواء فهو معطل، ومن شبهه باستواء المخلوقات على المخلوق فهو مشبه، ومن قال :هو استواء ليس كمثله شيء فهو الموحد المنزه اهـ كلامه .وتبين مرامه، وظهر أن معتقده موافق لأهل الحق من السلف وجمهور الخلف (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج٧، ص ٢٧٧٩، كتاب اللباس)

ترجمہ: امام مالک رحمہ اللہ نے سورہ طٰہٰ میں مذکور اللہ تعالیٰ کے اس قول ''اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى'' کے متعلق سوال کے جواب میں پہلے اپنے سر کو جھکالیا، یہاں تک کہ آپ کو (اس سوال سے ناگواری، اور جواب کے خوف سے) پسینہ آ گیا، پھر فرمایا کہ ''استواء'' معلوم ہے، لیکن اس کی کیفیت عقلِ انسانی سے بالاتر ہے، اور اس پر ایمان لانا واجب ہے، اور اس کی کیفیت کے متعلق سوال کرنا بدعت ہے۔

امام مالک نے اس لفظ کے معلوم معنیٰ، اور اس کیفیت کے درمیان فرق کردیا، جس کو بشری عقل نہیں سمجھ سکتی۔

اور امام مالک رحمہ اللہ کا یہ جواب تمام مسائلِ صفات میں عمومی طور پر کافی شافی ہے، جیسے صفتِ سمع، صفتِ بصر، صفتِ علم، صفتِ حیات، صفتِ قدرت، صفتِ ارادہ، صفتِ نزول، صفتِ غضب، صفتِ رحمت، صفتِ ضحک کہ ان سب صفات کے معانی معلوم ہیں، لیکن ان کی کیفیت عقل سے بالاتر ہے، کیونکہ کیفیت کی سمجھ، ذات کی

www.idaraghufran.org

کیفیت، اوراس کی کنہ کے علم کی فرع ہے، پس جب یہ غیر معلوم ہے، تو انسانوں کو صفات کی کیفیت کیسے سمجھ آسکتی ہے، اوراس باب میں نفع بخش، محفوظ طریقہ یہ ہے کہ اللہ کواس صفت کے ساتھ متصف کیا جائے، جس صفت کے ساتھ اس نے خود اپنے آپ کو متصف کیا ہے، اوراس کے رسول نے متصف کیا ہے، کسی تحریراور تعطیل، اور تکییف، اور تمثیل کے بغیر، بلکہ اللہ کے اسماء اور صفات کو ثابت مانا جائے گا، اوراس سے مخلوقات کی مشابہت کی نفی کی جائے گی، پس آپ کا اثبات، تشبیہ سے پاک کر کے ، اور تعطیل کی نفی کر کے ہوگا، پس جو شخص استواء کی حقیقت کی نفی کرے گا، تو وہ ''معطل'' ہو کر گمراہ ہوگا، اور جو اس کو مخلوقات میں سے کسی مخلوق کے استواء کے ساتھ تشبیہ دے گا، وہ ''مشبہ'' ہو کر گمراہ ہوگا، اور جو شخص یہ کہے گا کہ اس کا استواء ایسا ہے کہ اس کے جیسا کسی بھی چیز کا استواء نہیں ہے، تو وہ پاکیزہ موحد کہلائے گا، امام مالک کے کلام کا حاصل یہی ہے، جس سے ان کا مقصود واضح ہوگیا، اور یہ بات ظاہر ہوگئی کہ ان کا عقیدہ، سلف اور خلف جمہور اہلِ حق سب کے موافق ہے (مرقاۃ)

## ابنِ قتیبہ دینوری، اور علامہ زاہد الکوثری کا حوالہ

عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری (المتوفیٰ:276ھ) فرماتے ہیں:

**وعدل القول فى هذه الأخبار أن نؤمن بما صح منها بنقل الثقات لها فنؤمن بالرؤية والتجلى وإنه يعجب وينزل إلى السماء الدنيا وأنه على العرش استوى وبالنفس واليدين من غير أن نقول فى ذلك بكيفية أو بحد أو أن نقيس على ما جاء ما لم يأت فنرجو أن نكون فى ذلك القول والعقد على سبيل النجاة غداً إن شاء الله تعالى** (الاختلاف فى اللفظ والرد على الجهمية والمشبهة، ص ۵۳، مجمل اعتقاد السلف فى الصفات)

ترجمہ: اوران احادیث کے متعلق معتدل قول یہ ہے کہ جو ثقہ راویوں کے ذریعہ صحیح احادیث آئی ہیں، ہم ان پرایمان لائیں، پس ہم اللہ کی رؤیت اور تجلی پر، اوراس کے

خوش ہونے،اورآسمانِ دنیا کی طرف نزول کرنے،اوراس کے عرش پر مستوی ہونے پر ایمان لائیں،اورنفس،اور ہاتھوں پر بھی ایمان لائیں،لیکن اس میں نہ تو کیفیت کا قول کریں،اور نہ حد بیان کریں،اور نہ اس چیز کا جو وارد ہوئی ہے،اس چیز پر قیاس کریں،جووارد نہیں ہوئی،اورہم امید کرتے ہیں کہ اس (مذکورہ) قول اورعقیدہ میں کل (بروزِ قیامت) انشاءاللہ تعالیٰ ہم نجات کے راستہ کو پالیں گے(الاختلاف فی اللفظ)

علامہ شیخ زاہدالکوثری مذکورہ عبارت کی توضیح کرتے ہوئے''**الاختلاف فی اللفظ والرد علی الجہمیۃ والمشبھۃ**''کے ذیل میں فرماتے ہیں:

**وھٰذا ھو عقد السلف الصالح** (الاختلاف فی اللفظ والرد علی الجہمیۃ والمشبھۃ،۴۷،مجمل اعتقاد السلف فی الصفات،مکتبۃ القدسی القاھرۃ بمصر)

ترجمہ:اوریہی سلفِ صالح کا عقیدہ ہے (حاشیۃ الاختلاف فی اللفظ)

## مولانا اشرف علی تھانوی اورسید سلیمان ندوی کا حوالہ

مولانا سید سلیمان ندوی صاحب نے اپنے شیخ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کی خدمت میں اپنے متعلق ایک مکتوب میں یہ تحریر کیا کہ:

''عقائد میں امام مالک کے اس اصول کا پیروہوں "**الاستواء معلوم و الکیفیۃ مجھول والایمان بہ واجب والسؤال عنہ بدعۃ**"

فقہ میں متاخرین کا متبع نہیں،مگراہلِ حدیث **بالمعنیٰ المتعارف** نہیں ہوں،ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا دل سے ادب کرتا ہوں اورکسی رائے میں کلیۃً ان سے عدول حق نہیں سمجھتا۔

فرائض کا پابند ہوں،بدعات سے نفور ہوں۔

امامِ ربانی مجددالفِ ثانی اورحضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اوران کے سلسلہ سے عقیدتِ تامّہ رکھتا ہوں۔

خرافات وطاماتِ صوفیہ کا دل سے منکر ہوں''

www.idaraghufran.org

مولانا سید سلیمان ندوی صاحب کے مذکورہ مکتوب کے جواب میں ان کے شیخ نے تحریر فرمایا کہ:

''جناب نے جو بے تکلف اپنا مسلک تحریر فرمادیا، اس سے میری عقیدت میں زیادہ سے زیادہ اضافہ ہوگیا، دو وجہ سے، ایک صدق وخلوص پر دال ہونے کی وجہ سے۔

دوسرے خود مسلک کے پاکیزہ ہونے سے، تمام اہلِ حق کا یہی مسلک ہے، کسی جزوی تفاوت سے حقیقت نہیں بدلتی، صرف رنگ بدلتا ہے۔

چنانچہ اس احقر پر دو جگہ دوسرا رنگ ہے۔

ایک یہ کہ میں بوجہ اپنی قلتِ روایت ودرایت کے متاخرین کا بھی متبع ہوں، دوسرے یہ کہ صوفیہ کے احوال واقوال کو محتملُ التاویل سمجھتا ہوں'' (تذکرۂ سلیمان، مصنفہ: غلام محمد، بی، اے، عثمانیہ، مطبوعہ: ادارہ مجلسِ علمی کراچی، تاریخِ طبع 1960ء، بابِ سوم، صفحہ 88 تا صفحہ 93، مکتوب سلیمان نمبر2 اور جوابِ اشرف)

مذکورہ عبارات وحوالہ جات سے صفاتِ باری تعالیٰ کے متعلق جمہور اہل السنۃ والجماعۃ کا مضبوط و محفوظ موقف واضح ومنقح ہوگیا، اور علامہ ابنِ تیمیہ کے نظریہ کا بھی جمہور اہلُ السنۃ کے مطابق ہونا معلوم ہوگیا۔

الحمدللہ تعالیٰ ہم بھی جمہور کے اسی مذکورہ موقف کی پیروی واتباع کرتے ہیں۔

عبرت کدہ — حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام: قسط 73 — مولانا طارق محمود

﴿اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَعِبۡرَۃً لِّاُولِی الۡاَبۡصَارِ﴾

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

# ارضِ مقدسہ کا وعدہ اور بنی اسرائیل (آخری حصہ سوم)

## قوم کی بے وفائی اور حضرت موسیٰ کا عزم واستقلال

بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سنی، اور نہ ان دونوں انعام یافتہ حضرات کی نصیحت پر عمل کیا، بلکہ موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے کہ ہم تو اس وقت تک اس ''ارضِ مقدسہ'' میں داخل نہیں ہوں گے، جب تک کہ وہ لوگ وہاں پر موجود ہیں، اس لیے آپ اور آپ کا رب ہی جا کر ان سے قتال کرے، ہم تو یہاں بیٹھ کر انتظار کریں گے۔

قرآن مجید کی سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قَالُوۡا یٰمُوۡسٰۤی اِنَّا لَنۡ نَّدۡخُلَهَاۤ اَبَدًا مَّا دَامُوۡا فِیۡهَا فَاذۡهَبۡ اَنۡتَ وَرَبُّکَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوۡنَ (سورۃ المائدۃ، رقم الآیۃ ۲۴)

یعنی ''وہ کہنے لگے کہ اے موسیٰ! جب تک وہ لوگ اس (ملک) میں موجود ہیں، ہم ہرگز ہرگز اس میں قدم نہیں رکھیں گے (اگر ان سے لڑنا ہے تو) تو بس تم اور تمہارا رب چلے جاؤ، اور ان سے لڑو، ہم تو یہیں بیٹھے ہیں''۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ جس قوم کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بے شمار مصائب و آلام برداشت کیے، اور جس کے لیے اتنی جدوجہد کی، اس کا جواب کتنا گستاخانہ و بزدلانہ ہے۔

یہاں پر بنی اسرائیل کی بے وفائی اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام کی جان نثاری کا ایک نمونہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

اِسْتَشَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَخْرَجَهُ إِلٰى بَدْرٍ، فَأَشَارَ عَلَيْهِ أَبُوْ بَكْرٍ، ثُمَّ اسْتَشَارَ عُمَرَ، فَأَشَارَ عَلَيْهِ عُمَرُ، ثُمَّ اسْتَشَارَهُمْ فَقَالَ بَعْضُ الْأَنْصَارِ: إِيَّاكُمْ يُرِيْدُ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ قَائِلُ الْأَنْصَارِ: تَسْتَشِيْرُنَا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، إِنَّا لَا نَقُوْلُ لَكَ كَمَا قَالَتْ بَنُوْ إِسْرَائِيْلَ لِمُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ: اِذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا، إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُوْنَ، وَلٰكِنْ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ، لَوْ ضَرَبْتَ أَكْبَادَهَا إِلٰى بَرْكِ، – قَالَ ابْنُ أَبِيْ عَدِيٍّ: إِلٰى بَرْكِ الْغِمَادِ – لَاتَّبَعْنَاكَ (مسند احمد، رقم الحديث ۱۲۹۵۴) [1]

ترجمہ: بدر کے لیے روانہ ہوتے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے مشورہ لیا، تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا، پھر عمر رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر مشورہ طلب کیا، تو بعض انصاری صحابہ کہنے لگے کہ اے گروہ انصار! نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم سے مشورہ لینا چاہتے ہیں، تو انصار نے کہا کہ اے اللہ کے نبی! آپ ہم سے مشورہ چاہتے ہیں، تو (ہمارا جواب یہ ہے کہ) ہم آپ سے اس طرح نہیں کہیں گے، جس طرح بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ ”فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ“ (یعنی ”بس تم اور تمہارا رب چلے جاؤ، اور ان سے لڑو، ہم تو یہیں بیٹھے ہیں“) اے اللہ کے رسول! اس ذات کی قسم، جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! اگر آپ ”برک غماد“ تک بھی جانے کا حکم دیں گے تو ہم آپ کے پیچھے پیچھے چلیں گے (مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ الْمِقْدَادُ يَوْمَ بَدْرٍ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّا لَا نَقُوْلُ لَكَ كَمَا قَالَتْ بَنُوْ إِسْرَائِيْلَ لِمُوْسٰى: ”فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَا هُنَا قَاعِدُوْنَ“ وَلٰكِنِ امْضِ وَنَحْنُ مَعَكَ، فَكَأَنَّهُ سُرِّيَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط البخاري (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

وَسَلَّمَ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۴۶۰۹)

ترجمہ: حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے بدر کے دن عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہم آپ سے اس طرح نہیں کہیں گے جس طرح بنی اسرائیل نے موسیٰ (علیہ السلام سے کہا تھا کہ ''فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ'' (یعنی ''بس تم اور تمہارا رب چلے جاؤ، اور ان سے لڑو، ہم تو یہیں بیٹھے ہیں'') بلکہ آپ چلیے، ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) بے حد مسرور (اور خوش) ہوئے (بخاری)

اور مسند احمد کی ایک روایت میں حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ مروی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ:

وَلٰكِنْ اِذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا، إِنَّا مَعَكُمْ مُقَاتِلُوْنَ (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۸۸۲۷) [1]

ترجمہ: پس آپ اور آپ کے رب چلیے اور قتال کیجیے، ہم آپ کے ساتھ قتال کریں گے (مسند احمد)

اور مسند احمد کی ایک روایت میں حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے جواب میں ان الفاظ کا اضافہ بھی ہے کہ:

وَلٰكِنْ وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَنَكُوْنَنَّ بَيْنَ يَدَيْكَ، وَعَنْ يَّمِيْنِكَ، وَعَنْ شِمَالِكَ، وَمِنْ خَلْفِكَ حَتّٰى يَفْتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكَ (مسند احمد، رقم الحدیث ۴۳۷۶) [2]

ترجمہ: پس اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، ہم آپ کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے سے لڑیں گے، یہاں تک کہ اللہ آپ کو فتح عطا فرما دے (مسند احمد)

بنی اسرائیل نے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس طرح جواب دیا کہ:

''فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ''

یعنی ''بس تم اور تمہارا رب چلے جاؤ، اور ان سے لڑو، ہم تو یہیں بیٹھے ہیں''۔

[1] قال شعیب الارنؤوط: حدیث صحیح (حاشیة مسند احمد)

[2] قال شعیب الارنؤوط: إسناده صحیح علی شرط البخاری (حاشیة مسند احمد)

بنی اسرائیل کا یہ کلمہ اگر استہزاء کے طور پر ہوتا، تو یہ صریح کفر تھا۔
لیکن اس کے بعد حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کا ان کے ساتھ رہنا، اور موسیٰ علیہ السلام کا ان کے لئے ''میدانِ تیہ'' میں دعائیں کرنا، اس پر دلالت کرتا ہے کہ بنی اسرائیل کا یہ کلمہ استہزاء کے طور پر نہ تھا، اس لئے ائمۂ مفسرین نے اس کلمہ کا مطلب یہ قرار دیا ہے کہ آپ جایئے اور ان سے مقابلہ کیجئے، آپ کا رب آپ کی مدد کرے گا، ہم تو مدد کرنے سے قاصر ہیں، اس معنیٰ کے اعتبار سے یہ کلمہ ''کفر'' کی حد سے نکل گیا، اگر چہ یہ جواب نہایت بھونڈا اور دل آزار ہے (معارف القرآن عثمانی) [1]

## حضرت موسیٰ کا جواب

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کی اس بات کے ردِعمل میں انتہائی صبر وتحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے، انھیں کچھ کہنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فریاد کی کہ اے میرے رب! میں اپنی اور اپنے بھائی کی ذمہ داری لیتا ہوں، جس کا یہ معنیٰ ہے کہ ہم تو تیری راہ میں لڑنے مرنے کے لیے تیار ہیں، اگر چہ یہ نافرمان اپنے فائدے کی خاطر تیرے راستے میں لڑنے کے لیے تیار نہیں، پس ہمارا اور بنی اسرائیل کا اب نباہ نہیں ہوسکتا، اس لیے ہمارے اور ان کے درمیان علیٰحدگی فرما دیجیے۔
قرآن مجید کی سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قَالَ رَبِّ اِنِّیۡ لَاۤ اَمۡلِکُ اِلَّا نَفۡسِیۡ وَاَخِیۡ فَافۡرُقۡ بَیۡنَنَا وَبَیۡنَ الۡقَوۡمِ الۡفٰسِقِیۡنَ(سورة المائدة، رقم الآية ۲۵)

---

[1] قالوا يا موسى إنا لن ندخلها أبدا نفوا دخولهم على التأكيد والتأبيد وقوله ما داموا فيها بدل من ابدا بدل البعض فاذهب أنت وربك فقاتلا إنا هاهنا قاعدون قيل قالوا ذلك استهانة بالله ورسوله وعدم مبالاة بهما وهذا مستبعد جدا لانه يستلزم الكفر فلا يتصور بعد ذلك مصاحبة موسى وقد كانوا فى مصاحبته ونزل عليهم المن والسلوى وظلل عليهم الغمام وانفجرت من الحجر عيونا لشربهم فالمعنى اذهب أنت وربك يعينك والله اعلم (التفسير المظهرى، ج۳ص ۷۴، سورة المائدة)
قال المفسرون: قولهم فاذهب أنت وربك إن قالوه على وجه الذهاب من مكان إلى مكان فهو كفر، وإن قالوه على وجه التمرد عن الطاعة فهو فسق، ولقد فسقوا بهذا الكلام بدليل قوله تعالى فى هذه القصة فلا تأس على القوم الفاسقين .والمقصود من هذه القصة شرح خلاف هؤلاء اليهود وشدة بغضهم وغلوهم فى المنازعة مع أنبياء الله تعالى منذ كانوا(تفسير الرازى، ج ۱۱ ص ۳۳۴، سورة المائدة)

یعنی ”موسیٰ نے کہا کہ اے میرے رب! سوائے میری اپنی جان کے اور میرے بھائی کے کوئی میرے قابو میں نہیں ہے، اب آپ ہمارے اوران نافرمان لوگوں کے درمیان الگ الگ فیصلہ کر دیجئے“۔

بنی اسرائیل کے سابقہ حالات وواقعات اوران کے ساتھ اللہ تعالیٰ اور حضرت موسیٰ کے معاملات کا جائزہ لینے والا اگر سرسری طور پر بھی اس کو سامنے رکھے کہ جو بنی اسرائیل صدیوں سے فرعون کی غلامی میں طرح طرح کی ذلتیں اور عذاب برداشت کر رہی تھی، حضرت موسیٰ کی تعلیم اوران کی برکت سے ان کو اللہ تعالیٰ نے کہاں سے کہاں پہنچایا، ان کی آنکھوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کے کیسے کیسے مظاہر آئے، فرعون اور قومِ فرعون کو حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے ہاتھوں اپنے قائم کئے ہوئے دربار میں شکستِ فاش ہوئی، جن ساحروں پر ان کا بھروسہ تھا، وہی حضرت موسیٰ پر ایمان لے آئے، اور موسیٰ علیہ السلام کا دَم بھرنے لگے، پھر اس خدائی کا دعویٰ کرنے والا فرعون اور شاہی محلات میں بسنے والے آلِ فرعون سے اللہ تعالیٰ کی قدرتِ قاہرہ نے کس طرح تمام محلات ومکانات اوران کے ساز وسامان کو بیک وقت خالی کرالیا، اور کس طرح بنی اسرائیل کی آنکھوں کے سامنے اسے سمندر میں غرق کر دیا، اور کس طرح معجزانہ طور پر بنی اسرائیل کو سمندر سے پار کر دیا، اور کس طرح وہ دولت جس پر فرعون فخر کیا کرتا تھا، اللہ تعالیٰ نے پورا ملک اور اس کی پوری دولت بغیر کسی قتل وقتال کے بنی اسرائیل کو عطا فرمادی، ان تمام واقعات میں اللہ تعالیٰ کی قدرتِ قاہرہ کے مظاہر اس قوم کے سامنے آئے، حضرت موسیٰ نے اس قوم کو غفلت و جہالت اور فرعون کی غلامی سے نجات دلانے میں کیا کیا روح فرسا مصائب برداشت کیں، ان سب چیزوں کو بعد جب اسی قوم کو خدائی امداد وانعامات کے وعدوں کے ساتھ ملک شام پر جہاد کرنے کا حکم ملا، تو ان لوگوں نے اپنی اس دنائت کا اظہار کیا اور کہنے لگے کہ آپ اور آپ کا رب جا کر ان سے قتال کریں، ہم یہاں بیٹھے ہیں۔

دنیا کا بڑے سے بڑا مصلح دل پر ہاتھ رکھ کر دیکھے کہ ان حالات اوراس کے بعد قوم کی ان حرکات کا اس پر کیا اثر ہوگا، مگر یہاں تو اللہ تعالیٰ کے اولوالعزم رسول ہیں، جو کہ بنی اسرائیل کی مسلسل عہد شکنی اور وعدہ فراموشی سے عاجز آ کر اپنے رب کے سامنے صرف اتنا عرض کرتے ہیں کہ مجھے تو اپنی

جان اور اپنے بھائی کے سوا کسی پر اختیار نہیں۔

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے قوم بنی اسرائیل میں سے کم از کم دو سردار جن کو قرآن مجید میں انعام یافتہ قرار دیا گیا ہے، یعنی ''یوشع بن نون'' اور'' کالب بن یوقنا'' جنہوں نے پوری طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اتباع کا ثبوت دیا تھا، اور بنی اسرائیل کو سمجھانے اور صحیح راستہ پر لانے میں حضرت موسیٰ کے ساتھ مسلسل کوشش کی تھی، اس وقت حضرت موسیٰ نے ان کا ذکر نہیں کیا، بلکہ صرف اپنا اور حضرت ہارون کا تذکرہ فرمایا، اس کا سبب بھی بنی اسرائیل کی عہد شکنی اور نافرمانی تھی کہ صرف حضرت ہارون بوجہ نبی وپیغمبر ہونے کے معصوم تھے، اور ان کا حق پر قائم رہنا یقینی تھا، باقی یہ دونوں سردار معصوم نہ تھے، اس لیے انتہائی غم وغصہ کے عالم میں صرف ان کا ذکر کیا، جن کا حق پر قائم رہنا یقینی تھا، اس اظہار کے ساتھ کہ مجھے اپنی جان اور اپنے بھائی کے سوا کسی پر اختیار نہیں۔ [1]

---

[1] والمعنى: لا أملک أنا وأخي إلا أنفسنا، وأما النصب فمن وجهين: أحدهما: أن يكون نسقا على الياء، والتقدير: إني وأخي لا نملک إلا أنفسنا، والثاني: أن يكون أخي معطوفا على نفسي فيكون المعنى لا أملک إلا نفسي، ولا أملک إلا أخي، لأن أخاه إذا كان مطيعا له فهو مالک طاعته.

فإن قيل: لم قال لا أملک إلا نفسي وأخي، وكان معه الرجلان المذكوران؟

قلنا: كأنه لم يثق بهما كل الوثوق لما رأى من إطباق الأكثرين على التمرد، وأيضا لعله إنما قال ذلک تقليلا لمن يوافقه، وأيضا يجوز أن يكون المراد بالأخ من يواخيه في الدين، وعلى هذا التقدير فكانا داخلين في قوله وأخي(تفسير الرازي، ج ١١ ص ٣٣٤، ٣٣٥، سورة المائدة)

وقوله: قال رب إني لا أملک إلا نفسي وأخي فافرق بيننا وبين القوم الفاسقين يعني لما نكل بنو إسرائيل عن القتال غضب عليهم موسى عليه السلام، وقال داعيا عليهم رب إني لا أملک إلا نفسي وأخي أي ليس أحد يطيعني منهم فيمتثل أمر الله ويجيب إلى ما دعوت إليه إلا أنا وأخي هارون فافرق بيننا وبين القوم الفاسقين (تفسير ابنِ كثير، ج٣ص ٧١، سورة المائدة)

**طب وصحت**     حکیم مفتی محمد ناصر

# پیاز

پیاز ایک عام گھریلو چیز ہے، پیاز کو عربی میں بصل، اور انگریزی میں Onion کہتے ہیں۔

پیاز سالن کا ایک اہم جزو ہے، اور پیاز میں غذائی فوائد کے علاوہ دوائی فائدے بھی موجود ہیں۔

پیاز کے حوالہ سے قرآن وسنت میں مختلف تعلیمات ملتی ہیں، جن کی تفصیل اور تشریح علماء نے اپنے اپنے مواقع پر ذکر کی ہیں، پیاز کھانے کے جائز ہونے کے سلسلہ میں ایک حدیث میں ہے کہ:

**أَنَّـهُ سَـأَلَ عَائِشَةَ عَنِ الْبُصَلِ، فَقَالَتْ: " إِنَّ آخِـرَ طَعَامٍ أَكَلَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، طَعَامٌ فِيهِ بَصَلٌ** (مسند احمد، رقم الحديث ٢٤٥٨٥، ابو داؤد، رقم الحديث ٣٨٢٩، السنن الكبرىٰ للنسائى، رقم الحديث ٦٦٤٦، الرخصة فى أكل البصل والثوم المطبوخ) [1]

ترجمہ: ایک شخص نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پیاز (کے جائز یا ناجائز ہونے) سے متعلق سوال کیا تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آخری کھانا تناول فرمایا تھا، اس کھانے میں پیاز شامل تھی (مسند احمد، ابوداؤد، نسائی)

مذکورہ روایت کی روشنی میں بعض محدثین نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی زندگی کے آخر میں ایسے کھانے کو کھانا جس میں پیاز شامل تھی، اس سے پیاز کھانے کا جائز ہونا بھی معلوم ہوتا ہے۔

البتہ بعض مصنفین نے پیاز کے فوائد بیان کرتے ہوئے بعض ایسی روایات بھی نقل کردی ہیں، جن کو

---

[1] قال ابن الملقن: هذا حديث غريب، وإسناده صالح (البدر المنير فى تخريج الأحاديث والأثار الواقعة فى الشرح الكبير، ج٧، ص ٤٤٣، كتاب النكاح، باب فى خصائص رسول الله – صلى الله عليه وسلم –، الحديث الحادى عشر)

قال شعيب الارنؤوط: إسناده ضعيف (حاشية مسند احمد، تحت رقم الحديث ٢٤٥٨٥)

رَاشِدُ بْنُ سَعْدٍ، أَنَّ أَبَا رَاشِدٍ، حَدَّثَهُ يَرُدَّهُ إِلَى عَائِشَةَ قَالَتْ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَكَلَ الْبَصَلَ فِي الْقِدْرِ مَشْوِيًّا قَبْلَ أَنْ يَمُوتَ بِجُمُعَةٍ (مسند الشاميين للطبرانى، رقم الحديث ١٨٦٠، السنن الكبرىٰ للبيهقى، رقم الحد٥٠٦٣)

www.idaraghufran.org

محدثین نے من گھڑت روایات میں شمار کیا ہے۔

چنانچہ یہ روایت نقل کی جاتی ہے کہ جب تم سفر کرو، تو اپنے ساتھ پیاز رکھنا نہ بھولو، یا جب تم کسی دوسرے ملک کا سفر کرو، تو جاتے ہی پیاز اور شہد کھاؤ، تا کہ وہاں کی بیماریاں اثر انداز نہ ہوں، مگر اس مضمون کی روایت کو علامہ سخاوی نے جھوٹ قرار دیا ہے۔ [1]

اگرچہ پیاز کی یہ خاصیت ہے کہ اس کے استعمال سے زہریلے اثرات اور وبائی بیماریوں سے حفاظت ہوتی ہے، مگر کسی چیز کی افادیت ثابت کرنے کے لئے جھوٹی روایات گھڑ کر اُن کا سہارا لینا، یا بلا دلیل غیر مستند روایات نقل کرنا، غلط طرزِ عمل ہے۔

## پیاز کا مزاج اور عمومی فوائد

پیاز کا مزاج گرم خشک ہے، لہٰذا علاج بالضد کے اصول کی رو سے، پیاز میں سرد تر مزاج و امراض کے علاج کی خاصیت پائی جاتی ہے۔

چنانچہ زمانۂ قدیم سے ہی گرمیوں کے موسم میں اور خاص طور پر لو وغیرہ کے زمانہ میں پیاز اور سرکہ وغیرہ کا استعمال کیا جاتا ہے، اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ گرمیوں کے موسم میں پانی جیسی مائع چیزوں کے زیادہ استعمال کی وجہ سے انسانی مزاج میں رطوبت کا غلبہ ہوتا ہے، جس کی وجہ سے ہیضہ جیسی علامات عموماً پیدا ہو جاتی ہیں، ایسی صورت میں پیاز کا پانی اور شہد برابر وزن ملا کر چائے والا چمچ وقفہ وقفہ سے پینا، فائدہ مند ہوتا ہے۔

اسی طرح طاعون وغیرہ جیسے وبائی امراض کے زمانے میں بھی پیاز کو باریک باریک کاٹ کر سر کے میں ڈال کر یا لیموں کا رس شامل کر کے غذا کے ساتھ کھانے سے، وبا سے حفاظت رہتی ہے۔

نیز دو چمچ پیاز کے رس میں دو چمچ خالص شہد ملا کر تھوڑا گرم کر کے پینے سے بیٹھی ہوئی آواز کھل جاتی ہے۔

---

[1] حَدِيثُ يَا عَلِيُّ إِذَا تَزَوَّدْتَ فَلا تَنْسَ الْبَصَلَ قَالَ السَّخَاوِيُّ هُوَ كَذِبٌ بَحْتٌ (المصنوع فی معرفة الحديث الموضوع، لملا علی القاری، ص ۲۱۴، رقم ۴۱۱)

عن نافع عن نافع عن ابن عمر قال: جاء رجل إلى النبى فشكى إليه قلة الولد فأمره بأكل البيض والبصل .قال ابن حبان: موضوع بلا شك (اللآلیء المصنوعة فی الأحاديث الموضوعة للسيوطی، ج۲، ص۱۹۸)

www.idaraghufran.org

**اخبارِ ادارہ** مفتی محمد ناصر

# ادارہ کے شب و روز

☐...... 19 / 26 جمادی الاولیٰ اور 3 / و 10 / جمادی الاخریٰ 1443ھ، بروز جمعہ متعلقہ مساجد میں وعظ ومسائل کے سلسلے حسبِ معمول ہوئے، اور 10 / جمادی الاخریٰ، کو مفتی صاحب (مدیر) کی مصروفیت کی وجہ سے مسجدِ غفران میں مولانا ریحان صاحب نے نمازِ جمعہ میں امامت وخطابت کی۔

☐...... 21 / 28 / جمادی الاولیٰ اور 5 / و 12 / جمادی الاخریٰ 1443ھ، بروز اتوار مدیر صاحب کی اصلاحی مجالس صبح تقریباً ساڑھے دس بجے ادارہ غفران میں منعقد ہوتی رہیں، البتہ 12 / جمادی الاخریٰ کو حضرت مدیر کی مصروفیت کی وجہ سے مفتی محمد یونس صاحب نے اتوار کی مجلس میں حاضرین سے خطاب فرمایا۔

☐...... 5 / جمادی الاخریٰ 1443ھ (مطابق 9 / جنوری 2022ء) بروز اتوار، ادارہ غفران میں سالانہ شورائی اجلاس منعقد ہوا، جس میں مقامی اور بیرونی اراکین شریک ہوئے، مولانا مفتی سید عبدالقدوس ترمذی صاحب دامت برکاتہم (جامعہ حقانیہ، ساہیوال) اور شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد زاہد صاحب دامت برکاتہم (جامعہ امدادیہ، فیصل آباد) حسبِ سابق تشریف لائے، معزز اراکین کے سامنے مالیاتی گوشوارے اور آمدوخرچ کے حسابات پیش کیے گئے، تعلیمی شعبوں، دارالافتاء، شعبہ نشر واشاعت، ماہنامہ التبلیغ، مسجد غفران اور تعمیرِ پاکستان سکول کی بھی پورے سال کی کارگزاری حسبِ سابق مرتبہ شکل میں اراکین کو فراہم کی گئی، اور اجلاس میں ملاحظہ کی گئی، معزز اراکین نے تحسین فرمائی اور آراء پیش کیں، بحمداللہ ادارہ مجموعی طور پر اپنے تمام شعبوں میں اپنے مقاصد کے حصول میں ترقی پذیر ہے، اس بات پر اراکین نے اطمینان ظاہر فرمایا ''اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ'' (اجلاس ظہر تا عصر انعقاد پذیر ہوا)

☐...... 24 / جمادی الاولیٰ بروز بدھ، بندہ محمد ناصر کی والدہ ماجدہ کا طویل علالت کے بعد انتقال ہوگیا، بندہ نے والدہ مرحومہ کا جدید قبرستان (راولپنڈی) کی جنازہ گاہ میں نمازِ جنازہ پڑھایا، اللہ عزوجل، والدہ مرحومہ کے اعمالِ صالحہ اور صدقاتِ جاریہ کو قبول فرمائیں، اور اُن کی مغفرتِ کاملہ فرما کر جنۃ الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، اور والد صاحب بزرگوار سمیت تمام اہلِ خانہ کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمین

☐...... تعمیرِ پاکستان سکول میں 29 / جمادی الاولیٰ (3 / جنوری) بروز پیر، سے 11 / جمادی الاخریٰ (15 / جنوری) بروز ہفتہ تک سردیوں کی تعطیلات رہیں، اور 17 / جنوری بروز پیر سے دوبارہ تعلیمی سلسلہ کا آغاز ہوگیا۔

**اخبارِ عالم** مولانا غلام بلال

**دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات، حادثات وتغیرات**

✍ 21/دسمبر/2021ء/16/جمادی الاولیٰ /1443ھ: پاکستان: خیبر پختونخوا17اضلاع میں بلدیاتی انتخابات، پی ٹی آئی کو شکست، جے یو آئی کامیاب ✍ 22/دسمبر : پاکستان: اسلام آباد، تہران، استنبول فریٹ ٹرین کا افتتاح ✍ 23/دسمبر : پاکستان: سلامتی کونسل، افغانستان کو امداد فراہم کرنے کی امریکی قرارداد منظور ✍ 24/دسمبر : پاکستان: خیبر پختونخوا کئی علاقوں میں 4.5 شدت زلزلے کے جھٹکے ✍ 25/دسمبر : پاکستان: پاک افغان سرحدی باڑ کا معاملہ مذاکرات کے ذریعے حل کرنے پر اتفاق ✍ 26/دسمبر : پاکستان: شدید برفباری کا امکان، کے پی بلدیاتی انتخابات کے دوسرے مرحلے کا شیڈول معطل ✍ 27/دسمبر : پاکستان: مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنما مولانا اکرم طوفانی انتقال کر گئے ✍ 28/دسمبر : پاکستان: ایک سال میں پیٹرولیم قیمتیں 58 فیصد تک بڑھ گئیں، پیٹرول اور ڈیزل نرخوں میں 36 اور 27 فیصد تک اضافہ ✍ 29/دسمبر : پاکستان: پنجاب اسمبلی، یوم صدیق اکبر، سرکاری سطح پر منانے کی قرارداد متفقہ منظور ✍ 31/دسمبر : پاکستان: منی بجٹ قومی اسمبلی میں پیش، ترقیاتی بجٹ میں 200 ارب روپے کی کمی، آٹا، گھی، دودھ، مکھن، انڈے، گوشت، موبائل فون، کمپیوٹر، گاڑیاں مہنگی ہونگی، اپوزیشن کا شدید ہنگامہ ✍ یکم/جنوری : پاکستان: پیٹرولیم مصنوعات 4.15 روپے لٹر تک مہنگی، ایل پی جی 5 روپے 90 پیسے کلو سستی ✍ 2/جنوری : پاکستان: پیٹرولیم قیمتوں میں اضافہ، مہنگائی کی شرح 12.3 فیصد کی ریکارڈ سطح کو چھوگئی ✍ 3/جنوری : پاکستان: پاک فضائیہ نے JF17 تھنڈر طیارے کا بلاک تھری وژن تیار کرلیا ✍ 4/جنوری : پاکستان: نسوار منشیات میں شامل، عرب ممالک لے جانے پر پابندی، ANF نے ہوائی اڈوں پر بینرز لگادیئے، مسافروں کو نسوار کے ساتھ سفر نہ کرنے کی ہدایت ✍ 5/جنوری : پاکستان: حکومت نے پیٹرولیم مصنوعات پر جی ایس ٹی کی شرح بڑھادی، اطلاق 16 دسمبر سے کیا گیا ✍ 6/جنوری : پاکستان: وزیرِ اعلیٰ کا PMS امتحان اور ملازمتوں کے لیے عمر میں 2 سال کی رعایت دینے کا اعلان، فیصلے کی پنجاب کابینہ سے بھی منظوری لی جائے گی ✍ 7/جنوری : پاکستان: بارش اور برفباری جاری، کئی علاقوں کا زمینی رابطہ منقطع، موٹروے بعض مقامات پر بند ✍ 8/جنوری : پاکستان: کرپٹو کرنسی کی آڑ میں پاکستانیوں سے 18 ارب کا فراڈ، 11 ایپز کے ذریعے 5 ہزار افراد کو لوٹ کر آن لائن سرمایہ کار کمپنیاں اچانک غائب، شہریوں کی شکایت پر ایف آئی اے سائبر کرائم ونگ متحرک ✍ 9/جنوری : پاکستان: مری میں برفانی طوفان، 22 سیاح جاں بحق، مری شہر آفت زدہ قرار، ایمرجنسی نافذ ✍ 10/جنوری : پاکستان: کراچی میں آج سے گرین لائن

بس مکمل فعال ہوجائے گی، ٹریک پر 80بسیں صبح 7بجے سے رات 10بجے تک رواں دواں رہیں گی ﷺ 11/جنوری : پاکستان: سینیٹراسحاق ڈار کی رکنیت، بحالی کا نوٹی فکیشن جاری ﷺ 12/جنوری : پاکستان: چاند کی جھوٹی شہادت پر 3سال قید یا50ہزار جرمانہ،قومی اسمبلی میں پاکستان رؤیت ہلال بل 2021پیش کردیا گیا ﷺ 13/جنوری : پاکستان: سعودی عرب،عمرہ ویزے مزید آسان کردیے،خواہش مند افراد''ای عمرہ گیٹ''ایپ کے ذریعے ویزا حاصل کرسکتے ہیں ﷺ 14/جنوری : پاکستان: منی بجٹ،سٹیٹ بینک ترمیمی بل منظور،اپوزیشن کا شدید احتجاج،نیپرا نے بجلی 4روپے 30پیسے فی یونٹ مہنگی کردی ﷺ 15/جنوری : پاکستان: منافع خوروں کے خلاف پنجاب حکومت نے شکنجہ سخت کردیا، گورنر نے پرائس کنٹرول کا ترمیمی بل آرڈیننس دستخط کے بعد جاری کردیا ﷺ 16/جنوری : پاکستان: پیٹرول، ڈیزل اور مٹی کا تیل 3روپے فی لٹر مہنگا، نوٹیفکیشن جاری ﷺ 17/جنوری : پاکستان: پاکستان ریلوے کا بجلی بچت کے لیے ملک بھر کے ریلوے اسٹیشنوں پر سولر پینلز نصب کرنے کا فیصلہ ﷺ 18/جنوری : پاکستان: تربیلا ڈیم، متاثرین کو60سال بعد انصاف مل گیا، ہائیکورٹ کا فیصلہ برقرار، سپریم کورٹ کا متاثرین کو معاوضہ دینے کا حکم، عدالت ﷺ 19/جنوری: کورونا، ساڑھے 5ماہ بعد 5ہزار سے زائد متاثرین رپورٹ، 4بڑے شہروں میں پابندیاں سخت، انڈور تقریبات ممنوع، تعلیمی سرگرمیاں محدود ﷺ 20/جنوری: فضائی ٹکٹ پر مسافروں کا شناختی کارڈ نمبر درج کرنا لازمی قرار، 18سال سے کم عمر والے افراد مستثنیٰ ہوں گے۔